ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور
نگرانِ اعلیٰ مفتی محمود

21/26

پاکستان کیوں بنا؟ کیسے بنا؟ کیونکر بنا؟

اسلامی نظریاتی کونسل کی ذمہ داریاں

مولانا عبدالواحد امیر جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان سے خصوصی انٹرویو

برما کے مسلمان اور ہماری بے حسی

قیمت ایک روپیہ
۳۰ جون ۷۸ء، ۲۰ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

پیدا اچھی صفات بھی تو کرو!



جستجوئے حیات بھی تو کرو!
حسنِ کائنات بھی تو کرو!

اے شبِ وصل کے طلبگارو!
شبِ ہجراں کی بات بھی تو کرو!

موت کے نام سے لرزتے ہو
اہتمامِ حیات بھی تو کرو!

جان پہ میکشوں کی بن آئی
مغبچو! التفات بھی تو کرو!

رائیگاں جا رہی ہے عمرِ عزیز
کچھ تلاشِ نجات بھی تو کرو!

دخترِ رز کے چاہنے والو!
ذکرِ قند و نبات بھی تو کرو!

ہوگیا خانۂ خدا تعمیر
ختم لات و منات بھی تو کرو!

بن گیا ہے جو آستیں کا سانپ
ایسے دشمن کو مات بھی تو کرو!

دعویٰ اسلامیت کا ٹھیک مگر
خود کو وقفِ صلوٰت بھی تو کرو!

شورِ تہذیبِ نو ہے پر مسمار
یہ بتِ ذات پات بھی تو کرو!

نام اچھا سا رکھ لیا اکرامؔ
پیدا اچھی صفات بھی تو کرو!



اکرام القادری



جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۲۶

جمعۃ المبارک ۳۰ جون ۱۹۷۸ء ۲۰ رجب المرجب ۹۸

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ ۴۵ —— روپے
ششماہی ۲۳ —— روپے
سہ ماہی —— ۵۰/۱۱ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

مطبوعات جمعیۃ علماء اسلام پاکستان



سفارشات کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے



گذشتہ دنوں وفاقی بجٹ سے قبل منعقد ہونے والے اجلاس میں، ملک کے سیاستدانوں، اقتصادی ماہرین اور اخبارات کے ایڈیٹروں پر مشتمل پینل نے حکومت سے یہ سفارش بھی کی کہ عوام کی بنیادی ضروریات جلد سے جلد اسلامی اصولوں کے مطابق پوری کی جائیں۔ ان کا حل اسلام میں موجود ہے۔ ان پر عمل کرنے سے پاکستان کو مثالی اسلامی فلاحی مملکت بنایا جا سکتا ہے۔

پینل کی جانب سے پاکستان کو مثالی اسلامی فلاحی مملکت بنانے کا مشورہ دیا جانا ایک خوش آئند امر ہے مگر بات سفارش اور مشورے پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ معاملہ عمل کا ہے اور عمل ہی بنیادی چیز ہے۔ اب تک ہمارا قومی المیہ ہی یہ رہا ہے کہ ہم نے باتیں بہت زیادہ کیں اور عمل بہت کم، بہت ہی کم۔

ہمیں سفارشات طلب کرنے والوں اور سفارشات دینے والوں میں سے کسی ایک فریق کی نیت پر شبہ نہیں۔ یقیناً ہر دو فریق ملک اور قوم کے مفاد کے لئے سوچ رہے ہیں لیکن اتنا ضرور گذارش کریں گے کہ اب محض سفارشات برائے سفارشات نہیں رہنا چاہئیں اور اجلاس برائے اجلاس کا ڈول نہیں ڈالنا چاہیئے۔ اب اگر ملک اور قوم کو کسی چیز کی ضرورت ہے اور عوام کی بنیادی ضروریات کسی شے سے پوری ہو سکتی ہیں تو وہ عمل اور فوری عمل ہے۔

تیس سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود ہم اپنے قول و عمل میں مطابقت پیدا نہیں کر سکے۔ ہم جو کچھ زبان سے کہتے ہیں عمل بالکل اس کے برعکس کرتے ہیں۔ ہمیں ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنا چاہیئے کہ آخر ایسا کیوں ہوتا رہا ہے؟ ہمارا یہ مستقل وطیرہ بن گیا ہے کہ ہم اپنے عمل سے ہر ہر قدم پر اسلام کی مخالفت کرتے ہیں اور اسلامی نظام، نظام شریعت اور نظام مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نعرے لگاتے ہیں۔ ہم نے گذشتہ تیس برسوں میں اسلامی نظام اور نظریۂ پاکستان کی اس کثرت سے تکرار کی اور اس انداز سے دہائی دی کہ نظریۂ پاکستان کا مفہوم ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔

اگر ہم شروع دن سے ہی اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی داغ بیل ڈالتے اور ملک حاصل کرنے کے بعد سر مستیوں کا شکار نہ ہو جاتے تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔ ہم آج پہلے سے زیادہ برے حالات کا شکار ہیں اور بظاہر امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ ہم نے اب یہ روش اپنالی ہے کہ ماضی کو کوستے رہو اور مستقبل کے لئے کچھ نہ کرو۔

ہم اسی ماضی کو کوستے ہیں جو خود ہمارے ہاتھوں وجود میں آیا ہے اور جسے ہماری کرتوتوں نے اس قدر بھیانک اور شرمناک بنا دیا ہے کہ ہم دوسری قوموں کے سامنے گردن اونچی نہیں کر سکتے۔

اس پر چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اپنے ذلت آمیز ماضی کو کوسنے اور آنسو بہانے کی بجائے اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے مستقبل کی تعمیر میں ہمہ تن متوجہ ہو جاتے اور اپنی تمام تر

صلاحیتوں اور توانائیوں کو بروئے کار لا کر قوم کی کشتی کو بھنور سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچاتے، مگر افسوس کہ آج بھی ہم خوبصورت نعروں اور جھوٹے وعدوں کے چکر سے نہیں نکلنے پائے اور اسی ڈگر پر سرپٹ دوڑے جا رہے ہیں جو ہمارے قومی وجود کو روز بروز مضمحل کئے جا رہی ہے اور خاموشی کے ساتھ مسلسل ہمیں ایک ایسی گمنام اور ہولناک وادی کی طرف لئے جا رہی ہے جس کا انجام ہلاکت اور مکمل ہلاکت ہے۔

ہمارے مسائل نہ صرف دن بدن روز افزوں ہوتے جا رہے ہیں بلکہ الجھتے بھی جا رہے ہیں۔ ہم جن تدبیروں سے انہیں سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ انہیں مزید الجھا دیتی ہیں۔ ہماری ہر تدبیر الٹی ہی ہوتی جاتی اور بیماریٔ دل میں اضافے ہی ہوتے جاتے ہیں۔ ڈر ہے کہ کہیں یہ بیماریٔ دل کام تمام ہی نہ کر دے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے قومی مرض کی تشخیص میں غفلت مجرمانہ سے کام لیا ہے اور اگر کسی طبیب حاذق نے تشخیص کی بھی ہے تو ہم نے اسے مجذوب کی بڑ اور دیوانے کے خواب سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔

ہم یہ بات بلا خوف تردید و ملامت کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مرض نظریۂ پاکستان یعنی اسی ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ سے روگردانی اور بغاوت ہے۔ جب تک ہم اپنے مرض کے مطابق اپنا علاج نہیں کریں گے اس وقت تک ہماری قومی صحت بحال نہیں ہو گی۔

رہی یہ بات کہ عوام اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں یا نہیں تو اس کے لئے اب کہیں دور سے دلائل و براہین لانے کی ضرورت نہیں۔ حالیہ تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس ملک کی واضح اکثریت آج بھی ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتی ہے۔ قوم نے اس گئے گذرے دور میں بھی بے مثال قربانیاں پیش کر کے ایک مرتبہ پھر یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ہمارے دکھوں کا آخری چارۂ کار اسلام کا نظام عدل ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا نظریہ حیات ہمیں اس جرم ضعیفی سے نہیں نکال سکتا جس کی سزا مرگ مفاجات ہے۔

اب اس مسئلہ پر حکومت اور رائے عامہ کے رہنماؤں کی بھی دو رائیں نہیں ہیں۔ حکومت بھی بار بار اس امر کا اعادہ کر چکی ہے کہ نظریۂ پاکستان اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس ملک کا مقدر ہے اور سیاستدان بھی یہی کچھ کہہ رہے ہیں۔ رہا وہ مٹھی بھر عنصر جو ہر دور میں اسلام سے خائف رہا ہے وہ ہمیشہ رہے گا تا آنکہ ملک میں اسلام عملی طور پر نافذ نہ کر دیا جائے۔

موجودہ عبوری حکومت کے نیک دل سربراہ کو چاہیئے کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تاکہ ان کو دنیاوی اور اخروی زندگی میں سرخروئی حاصل ہو۔ خدا نے انہیں یہ موقع دیا ہے تو اس سے جلد فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ جنرل صاحب جن اقتصادی مسائل کو سلجھانا چاہتے ہیں وہ بھی خود بخود سلجھ جائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ اسلامی نظام کا مکمل نفاذ عمل میں آئے۔ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والی بات نہ پہلے چلی ہے اور نہ آئندہ چلنے کی توقع رکھنی چاہیئے۔

اس حقیقت سے کون بے خبر ہے کہ مسٹر بھٹو نے اپنے دورِ حکومت کے آخری ایام میں شراب، جوئے اور ریس پر پابندی لگا دی تھی اور جمعہ کی چھٹی بھی ہفتہ وار قرار دے دی تھی، مگر اس کے باوجود پوری قوم نے اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسے نئے فراڈ سے تعبیر کیا تھا اور ان تمام اقدامات کو بھٹو کی ہوس اقتدار کا ایک نیا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے عدم اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

خود موجودہ عبوری حکومت نے بھی چور کے ہاتھ کاٹنے اور کوڑوں کی سزائیں دینے کے اعلانات کئے ہیں بلکہ ایک حد تک اس پر عمل بھی کیا ہے۔ لیکن ہم اس موقع پر اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نوعیت کے اقدامات محض جزوی حیثیت رکھتے ہیں جن سے کلی فوائد کی توقع رکھنا خلاف حقیقت ہے۔

یہ بھی درست ہے کہ اپنے اولین دور میں اسلامی احکام بتدریج نافذ ہوئے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دور خیر و برکت میں اسلامی احکام کے نفاذ کا تسلسل کسی بھی مرحلے پر ٹوٹنے نہیں پایا اور پھر اس وقت تو اسلام نازل ہی بتدریج ہو رہا تھا جبکہ موجودہ دور کے مسلمان ایسی کسی صورتحال سے دوچار نہیں۔

اب صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ خدا کا نام لے کر اس مملکت خداداد کو ایک مثالی اسلامی و فلاحی مملکت میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ ملک کے کروڑوں عوام روز روز کے مسائل اور روز روز کی تحریکوں سے نجات حاصل کر لیں۔

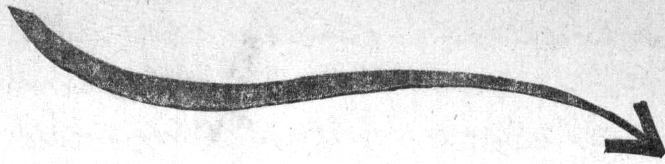
اگر یہ کام آج سے تیس برس پہلے نہیں ہو سکا خواہ اس کی ذمہ داری کسی پر بھی عائد ہوتی ہو تو اس کا مقصد یہ نہیں کہ اب بھی اس سلسلہ میں اغماض اور احتراز ہی کو روا رکھا جاتا رہے۔ یہ بات سو فی صد یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی طلب بڑھتی ہی جا رہی ہے اور بڑھتی ہی جائے گی تا آنکہ ملک میں اسلامی نظام نافذ نہ کر دیا جائے۔



اکرام القادری

۲۵-۶-۷۸





بلوچستان سے نکلنے والی سوئی گیس سے اہلِ صوبہ ابھی تک محروم ہیں۔

ذکری فرقہ نہ صرف صوبہ بلکہ ملک کے لئے لعنت ہے۔

افسر شاہی مارشل لاء احکام کو ناکام بنانے کے ساتھ ساتھ قومی اتحاد کے لئے بھی رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہے۔

مولانا عبد الواحدؒ امیر جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان سے صوبہ کی صورتحال اور جمعیۃ کی تنظیم کے سلسلے میں خصوصی انٹرویو

آپ کا آبائی گاؤں مستونگ ضلع قلات ہے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ میں حاصل کی۔ ۱۹۵۵ء میں تعلیم کی تکمیل کے لئے دیوبند تشریف لے گئے۔ دورانِ تعلیم طلباء کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ دیوبند طلباء تنظیم کے صدر اور جنرل سیکریٹری شپ کے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ ان سرگرمیوں کی وجہ سے مولانا کو کئی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ حکومت ہند نے آپ کا ویزا تک کینسل کر دیا لیکن قدرت نے ساتھ دیا اور ان تمام کاوٹوں کے باوجود دورہ حدیث کی تکمیل دیوبند سے پا کر وطن لوٹے۔

۱۹۶۰ء میں مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ میں بحیثیت مدرس کام شروع کیا۔ حضرت مولانا عرض محمدؒ کی صحبت میں علم و سیاست کے کئی پوشیدہ شعبے واگزار ہوئے۔ حضرت مولانا عرض محمدؒ کی زندگی میں نائب مہتمم اور حضرت کی وفات کے بعد مہتمم مدرسہ کی ذمہ داریاں سنبھالنی پڑیں اور اس بھاری ذمہ داری کو بہ احسن نباہ رہے ہیں۔

میں نے صوبہ بلوچستان کے دورہ میں مولانا عبدالواحد صاحب کو ترجمان اسلام کے لئے انٹرویو کے لئے کہا۔ کئی دفعہ بڑی صفائی سے ٹال گئے کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ دراصل ملک کے دیگر حصوں کے جماعتی احباب کے ساتھ بات چیت کا ایک طریقہ ہے۔ خیر مان گئے اور ۱۵ رجون کی صبح دفتر مدرسہ میں سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا اور میں نے اپنا پہلا سوال جمعیت میں شمولیت کے سلسلہ میں کر دیا۔

سوال :۔ مولانا آپ جمعیت علماء اسلام میں کب سے سرگرم عمل ہیں۔ اور اس جماعت میں شمولیت کی وجہ ؟

جواب :۔ میں ابتدائی طور پر مولانا عرض محمدؒ کے مدرسہ میں پڑھا اور بعد میں پانچ سال دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ حضرت مدنیؒ کی صحبت اور دیوبند کا ماحول، یہ تمام چیزیں ظاہر ہے جمعیت علماء اسلام کی طرف نہ لاتی تو کدھر لے جاتیں۔

رہا جمعیت میں شمولیت کا تعلق تو میں اس جماعت میں اس وقت سے کام کر رہا ہوں جس وقت سے اس کی صوبہ بلوچستان میں تنظیم معرضِ وجود میں آئی اور حضرت مولانا عرض محمدؒ کے ساتھ نامساعد حالات میں کام کرنے کا موقع ملا۔

سوال :۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کے صوبائی عہدوں پر کب سے فائز ہیں ؟

جواب :۔ جب مولانا شمس الدین شہید صوبہ بلوچستان کے امیر منتخب ہوئے تو مجھے جماعت نے نائب امارت کا عہدہ ودیعت کیا۔ اور یہ واقعہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد ہی ہوا۔ پھر جب مولانا شمس الدین نے ظلم و تشدد کے خلاف کلمہ حق بلند فرماتے ہوئے شہید کر دیئے گئے تو بندہ پر صوبہ کے امیر کی بھاری ذمہ داریاں ڈال دی گئیں اور ابھی تک اس ذمہ داری کو اپنی مقدور بھر کوشش سے چلا رہا ہوں۔

سوال :۔ مولانا صوبہ بھر میں جمعیۃ کی تنظیمی صورتِ حال کیا ہے ؟

جواب :۔ الحمدللہ صوبہ بلوچستان میں ہماری جماعت کی پوزیشن بہت بہتر ہے۔ اس کا اعتراف سارے ملک میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں بڑی محنت کرنی پڑی۔ جان و مال کا نذرانہ پیش کیا گیا لیکن اب بھی شدید محنت کی ضرورت ہے۔

سوال :۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ تمام صوبہ میں جمعیت کی تنظیم فعال ہے ؟

جواب :۔ ہماری جماعت کی شاخیں بڑے سے بڑے شہر سے لے کر چھوٹی سی چھوٹی بستی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اب تو ہم نے مکران کے چار اضلاع میں بھی اپنی تنظیم کو از سرِ نو ترتیب دیا ہے تاکہ وقت اور حالات کے مطابق کام کیا جا سکے۔ اور ان علاقوں میں جہاں پہلے ہمارا کام تسلی بخش نہ تھا یہاں پر بھی اب کام خاطر خواہ ہو رہا ہے۔

سوال :۔ بلوچستان رقبہ کے لحاظ سے بہت وسیع صوبہ ہے۔ اس وجہ سے آپ کو بھی جماعتی رابطہ کے لئے کچھ مشکلات پیش آتی ہوں گی ؟

جواب :- یہ درست ہے کہ ہزاروں میلوں پر پھیلے ہوئے اس صوبہ میں ہم دنوں میں تمام صوبوں کا دورہ کر کے اپنے ساتھیوں سے نہیں مل سکتے لیکن پھر بھی ہماری تمام صوبائی باڈی نے سیاسی سرگرمیوں پر پابندی سے چند روز پہلے صوبہ بھر کا مکمل دورہ کیا۔ ہر علاقہ کی مشکلات سامنے آئیں اور ہم نے ان کے حل کے سلسلے میں آپس میں بات چیت کی۔ اسی طرح اب بھی ہم کسی نہ کسی طرح غیر رسمی طور پر مل بیٹھتے ہیں اور اپنے مسائل زیر بحث لاتے ہیں لیکن فنڈز کی کمی بھی وسیع و عریض علاقہ پر مقیم ساتھیوں سے ملاقات میں رکاوٹ ہے۔

سوال :- کیا سیاسی سرگرمیوں پر پابندیوں سے ملک میں سیاسی بحران کی سی کیفیت نہیں پیدا ہو گئی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :- کسی جمہوری ملک میں سیاسی سرگرمیاں ہی اس کے معاشرہ کی ترقی و نشو و نما کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان پر پابندی ایک گھٹن کی سی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ ان کا فائدہ زیر زمین کام کرنے والی تنظیموں کو ہی ہو سکتا ہے اس لئے اس گھٹن کو جتنا جلد ہو سکے ختم ہونا چاہیئے۔

سوال :- مولانا ذکری فرقہ کس علاقہ میں زیادہ سرگرم عمل ہے؟

جواب :- ان کا مرکز مکران جھالاوان ہی ہے لیکن اب تو یہ لوگ اپنے پاؤں پھیلا رہے ہیں کراچی میں بھی کافی تعداد میں جا بسے ہیں۔ وہاں پر تو انہوں نے اپنی عبادت گاہیں تک بنائی ہیں۔

سوال :- آپ نے ان کے تدارک کے لئے کیا کچھ کیا؟

جواب :- ہم نے اپنے ضلعی ہیڈ کوارٹر کے علماء کو ان کے قلع قمع کے لئے خاص ہدایات دی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ فتنہ ہمارے لئے عذاب ہے لیکن اس کے مکمل خاتمہ کے لئے اب تمام ملک کے علماء کو اس طرف توجہ مبذول کرنی چاہیئے کیونکہ یہ فتنہ نہ صرف صوبہ بلکہ پورے ملک کیلئے فتنہ ہے۔

سوال :- جمعیت علماء اسلام بلوچستان تنظیم سے چلے جانے والے لوگوں کی واپسی کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :- دراصل ان لوگوں کے لئے ہم نے مرکزی سطح پر ایک لائحہ عمل ترتیب دیا ہے کہ اگر کوئی شخصیت جو کہ مرکزی سطح کی ہو واپس آنا چاہے تو اس کا مسئلہ مرکز حل کرے اور اسی طرح صوبہ اور نیچے کی تنظیمیں۔

لیکن اس سلسلہ میں میری رائے ہے کہ جماعت کے ایسے لوگوں کو جن کی وجہ سے جماعت کو بہت نقصان ہوا ہے واپس لانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ان کی دوبارہ شمولیت سے بھی جماعت کو ہی دوبارہ نقصان کا احتمال ہے لیکن اگر کچھ لوگ ہم سے غلط فہمی اور مجبوری کی وجہ سے ہم سے کٹ گئے ان کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

سوال :- کیا بلوچستان افسر شاہی بھی حالیہ عبوری حکومت سے عدم تعاون کی پالیسی پر گامزن ہے؟

جواب :- یہاں کی افسر شاہی تو دوسرے صوبوں سے بھی نمبر لے گئی۔ یہ لوگ اسی بھٹو کے دور والے ذہن سے کام میں مصروف ہیں یہ لوگ ایک تیر سے دو شکار کھیل رہے ہیں۔ ایک طرف تو مارشل لاء حکام کو عوام سے دور رکھ رہے ہیں اور دوسری طرف قومی اتحاد کو ناکام بنا کر آئندہ امکانی حکومت میں آنے سے روکنے کے لئے روڑے اٹکا رہے ہیں۔

سوال :- کیا مارشل لاء حکام اس سے بے خبر ہیں؟

جواب :- مارشل لاء حکام سب کچھ جانتے ہوئے بھی نہ جانے کیوں چشم پوشی کر رہے ہیں۔ مارشل لاء حکام کی ان پر گرفت خاصی کمزور ہے اور یہ لوگ اپنی من مانی میں مصروف ہیں

سوال :- کیا یہ درست ہے کہ مرکزی حکومت غوث بخش رئیسانی۔ نبی بخش زہری اور سردار عثمان جوگزئی کو بلوچستان کے مسائل کے سلسلہ میں اہمیت دے رہی ہے؟

جواب :- یہ بات تو انتہائی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ مارشل لاء حکام نے نہ صرف ان تین اشخاص کو بلکہ بھٹو دور کے دیگر مراعات یافتہ لوگوں کو بھی اپنی قربت سے نوازا ہے جنہیں بلوچستان کے عوام مسترد کر چکے ہیں۔ میں حکام بالا سے درخواست کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو قریب لانے سے عوام شکوک و شبہات کا شکار ہو رہے ہیں اس سلسلہ میں حکومت کو اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیئے۔

سوال :- گذشتہ دنوں آپ بلوچستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ملے تھے۔ کیا آپ اس ملاقات سے مطمئن ہیں؟

جواب :- ہاں جمعیت علماء اسلام کا ایک وفد جس میں (بندہ) مولانا ابوبکر، مولانا محمد عثمان، خان زمان اچکزئی اور مولانا عبدالغفور شاہ ادری شامل تھے جنرل غلام محمد سے ملے۔ مختلف موضوعات عوام کے مسائل پر بات چیت ہوئی لیکن ان تمام مسائل کے سلسلہ میں جنرل صاحب ہمیں مطمئن نہیں کر سکے۔ البتہ ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بریگیڈیر امتیاز گل کی کارکردگی سے ہم مطمئن ہیں کیونکہ انہوں نے کوئٹہ کے فحاشی کے اڈوں کو بند کر دیا اور ان کی وجہ سے غنڈہ گردی میں کافی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔

اسی دوران کچھ لوگ مولانا سے ملنے آ گئے اور بار بار فون کی گھنٹی بھی ہمیں گفتگو کو ختم کرنے کا الارم دے رہی تھی تو میں نے سب سے آخر میں بلوچستان کے مسائل کے سلسلہ میں سوال کیا۔

مولانا نے مسکرا کر کہا کہ ایک مسئلہ ہو تو بات کروں یہاں تو مسائل کے انبار ہیں۔ صوبہ کا سب سے بڑا مسئلہ پانی کا ہے اور بعض علاقوں میں تو بارش کا پانی پینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے بجلی کا نظام تو ابھی ابتدائی اسٹیج پر ہے۔ ذرائع رسل و رسائل کا سلسلہ بھی تسلی بخش نہیں ہے، اور سب سے تکلیف دہ مسئلہ سمگلنگ کے مکروہ کاروبار کا ہے ٹرکوں کے ٹرک غیر ملکی اشیاء کے کھلے بندوں فروخت ہوتے ہیں اور ہماری ملکی اشیاء بھی دوسرے ملکوں میں سمگل ہو رہی ہیں انہیں کوئی پوچھتا نہیں اور اگر کارروائی ڈالنی ہو تو کسی غریب سے ٹیٹرون کے ایک سوٹ کو بھی اکسٹم یعنی ہڑپ کر لیتے ہیں۔

آخر میں آپ کو نہ سمجھ آنے والی بات بتاؤں کہ بلوچستان سے نکلنے والی سوئی گیس سے اب تک اہل صوبہ محروم ہیں۔ خدارا ادھر کچھ توجہ فرمائیں

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

مولانا قاضی عبداللطیف صاحب
آف کلاچی

اسلامی نظریاتی کونسل اور اس کی ذمہ داریاں

پاکستان کی تیس سالہ تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا حکمران گذرا ہو جس نے اس ملک میں اسلام جاری کرنے کا وعدہ نہ کیا ہو اور یہ نعرہ نہ لگایا ہو کہ اس ملک کا مقدر اسلام ہے اور یہاں اسلام کے سوا کوئی آئین اور قانون نہیں آسکتا لیکن ان میں سے اکثریت کی زندگی عریانی۔ فحاشی سود۔ جوّا اور نشہ کی سرپرستی، ان اعلانات کا منہ چڑاتے رہے۔ صوم وصلوٰۃ جیسی بنیادی عبادات جنہیں سے ایک شیطان کے حربوں یا جہنم کی آگ سے ڈھال اور دوسرا اسلام کا ستون اور معراج المومنین ہے کی ان کے ہاں کوئی وقعت نہیں تھی۔ قول وفعل کے اس کھلے تضاد کی وجہ سے قوم بھی ان سے زیادہ پرامید نہیں رہی اور سمجھتی رہی کہ یہ سیاسی اعلانات کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوں گے۔ اس کے برعکس موجودہ سربراہ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو اللہ تعالےٰ نے صوم وصلوٰۃ کی توفیق کے ساتھ ام الخبائث وغیرہ اخلاق رذیلہ سے بھی محفوظ رکھا ہے اس لئے وہ جب کہتے ہیں کہ اس ملک کا مقدر اسلام ہے تو اس میں وزن معلوم ہوتا ہے۔ ان کے بعض اقدامات سے تاثر ملتا ہے کہ وہ اسلام کے اقتصادی اور تعزیراتی نظام کے نہ صرف متمنی ہیں بلکہ بے تاب ہیں۔ وہ تعلیمات اسلامیہ کے مہارت کے مدعی نہیں اس لئے انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کا بہت سا بوجھ اسلامی نظریاتی کونسل کے کندھوں پر ڈال دیا تاہم معزز اراکین کونسل سے معذرت کے ساتھ ہم جنرل صاحب سے عرض کریں گے کہ اس سے آپ کی ذمہ داری ختم نہیں ہوجاتی۔ ان قابلِ احترام اداروں کو ڈاکٹر فضل الرحمن اینڈ کو جیسے لوگوں نے بہت بدنام کیا۔ سانپ کا ڈسا اگر رسی سے خوف کھائے تو اسے معذور سمجھنا چاہیئے۔ قوم کو اعتماد میں لینے کے لئے ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے۔ کونسلوں کے قیام کی حد تک سابقہ حکومتوں نے بھی بخل سے کام نہیں لیا حتیٰ کہ وزارت امور مذہبیہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا لیکن زندگی کے ہر شعبہ سے اسلام برابر بے دخل رہا۔ معاف رکھا جائے اگر ہم کہیں کہ موجودہ کونسل ایک سال کی فرصت میں اپنے آپ کو سابقہ بورڈوں سے زیادہ اہل ثابت کرنے میں ناکام رہی۔ چند مبہم اعلانات کے سوا قوم کے پلے کچھ نہیں پڑا۔ علمی حد تک ہم زیادہ مفلس نہیں تھے قرون وسطیٰ کے علمی ذخائر کے علاوہ ہمارے ہاں تعلیمات اسلامیہ بورڈ جس میں سید سلیمان ندوی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب جیسے جلیل القدر سائنس جدید سے پیدا شدہ مسائل مشکلات اور پیچیدگیوں سے واقف حضرات کی تحقیقات راہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ آج تو انہیں جاری کرنے کے طور طریقوں کی ضرورت ہے اور اسی کا انتظار۔ مگر افسوس کہ کونسل کی رفتار کار بتلاتی ہے کہ تا ہنوز وہ ابتدائی مراحل سے گذرنے نہیں پائی۔ سودی نظام کے خاتمہ کے لئے جو کمیٹی ترتیب دی گئی تھی اس کا دوبارہ نام سننے میں نہیں آیا۔ ہمیں ان کے مشکلات کا علم ہے۔ ایک سجے سجائے ڈھانچہ کی بجائے دوسری فنڈنگ کرنا آسان کام نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں نے آجتک اس کے لئے کتنا کام کیا ہے۔ قوم کے لئے مجرمانہ خاموشی ناقابلِ برداشت ہے۔ جنرل ضیاء الحق صاحب بالقابہ کے صرف اعلانات نہیں بلکہ کراچی ڈاکہ کیس کے مجرموں کے لئے ہاتھ کاٹنے کا حکم جہاں ان کی اسلامی تعزیرات سے والہانہ محبت کا ثبوت دیتا ہے وہاں کونسل کی پوزیشن زیادہ مشکوک بنا دیتی ہے کہ سربراہ مملکت کی شدید خواہش کے باوجود تعزیرات اسلامی کو قانونی شکل دینے میں کون سی رکاوٹ ہے تاکہ ہر مجرم کو بلا کسی امتیاز کے یہی سزا دی جاسکتی۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے لئے کونسل قوم کے سامنے جوابدہ ہے۔ تعزیرات اسلامیہ کے فلسفہ سے ناواقف حضرات کہتے ہیں کہ تعزیرات اسلامیہ کے لئے پہلے معاشرہ کی اصلاح ضروری ہے۔ پہلے اور بعد کی بحث میں پڑے بغیر ہمیں یہ بتلایا جائے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے آج تک کتنے اقدامات کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم خوف خدا اور تقویٰ ہے جس سے تزکیہ نفس اور محاسبہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ تقویٰ اور تزکیہ نفس کا اولین زینہ نماز ہے۔ مگر اس اسلامی مملکت میں جو خالص اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی اور جس کا سب سے پہلا فریضہ اقامت صلوٰۃ کا انتظام تھا، کی کیفیت یہ ہے کہ حکومت کی تعمیرات میں چاہے وہ جدید شہریات ہوں یا قصبے کالونیاں ہوں یا تعلیم گاہیں، ہسپتال ہوں، یا ریلوے سٹیشن بس سٹینڈ ہوں یا دفاتر اور کچہریاں سب کچھ سرکاری اخراجات سے ہوگا لیکن مسجد اور اسلامی درسگاہ

کی فضول خرچی نہیں ہوگی

ع خامہ انگشت بدنداں لسے کیا کہیئے

تعلیم دفتر ریلوے وغیرہ کے نظام الاوقات میں یہ کبھی محسوس نہیں ہوا کہ یہ مسلمانوں کا نظام الاوقات ہے اور اس میں نماز کا یہ وقت مقرر ہے حالانکہ اس پر بجٹ میں بوجھ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صرف طرز زندگی کے طور طریقے بدلنے کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح قدآدم فحش اور عریاں تصویروں کو چوراہوں سے اتارنے اور اس پر پابندی لگانے میں کتنے اخراجات کی ضرورت ہے ۔

ع تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اس لیئے یہ عذر کہ اسلامی تعزیرات کے لیئے پہلے معاشرہ کی اصلاح ضروری ہے' خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قوم کو دھوکہ اور فریب دینے کے سوا کچھ نہیں ۔ پچھلے دنوں سیٹھی صاحب نے ایک مسجد کی سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اس کی اہمیت پر بہت کچھ فرمایا مگر خدا گواہ ہے کہ اس جملہ پر کہ "اس کے تمام اخراجات ایک عرب شیخ برداشت کر رہا ہے" گردن شرم سے جھک گئی کہ ایک بڑے اسلامی ملک کے بجٹ میں سب کچھ ہے اگر نہیں تو مسجد نہیں۔

پاکستان کا شمار ترقی پذیر ممالک میں ہے اس لیئے اس کے واسطے امن کے بعد دوسرا اہم مسئلہ اقتصادی بحران ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک انہیں دو مہیب مسائل سے دوچار ہیں اور اکثر ممالک میں غیر فطری انقلابات انہیں کی پیداوار ہیں تو شاید مبالغہ نہ ہو۔ انقلابی حکومت نے بارہا اعلان کیا کہ ہم غربت افلاس اور بیماریوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں لیکن عملی طور پر حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں سپر طاقتوں کے جاری کردہ مختلف ازم اس دیو کا سر کچلنے میں ناکام ثابت ہو چکے ہیں صرف اسلام ہی کا نظام عدل اس کا مداوا اور علاج ہے ۔ بقول مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کہ "دکھی انسانیت آج امن اور سکون کے لیئے تڑپ رہی ہے" ۔ اس کا مجرب نسخہ علاج اسلام کے عادلانہ نظام کے سوا کہیں نہیں ، مگر افسوس کہ خود مسلمان اس کے راستہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے ۔ ایک سال کے انتظار کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف منسوب اعلان ہوا کہ جولائی ۸۰ء سے ملک کے چند ضلعوں میں زکوٰۃ کا نظام تجربہ کے طور پر نافذ کیا جائیگا ۔ معلوم نہیں اس اعلان کی حقیقت کیا ہے ۔ یہ شبہ اس لئے ہو رہا ہے کہ ابھی ابھی کونسل کی طرف سے ذرائع ابلاغ کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ وہ کونسل کی طرف سے غیر حقیقت پسندانہ اعلانات شائع نہ کریں جس سے لوگوں میں بے چینی پھیلنے کا امکان ہو۔ اس لیئے ہو سکتا ہے کہ یہ اعلان بھی اسی قسم کا ہو۔ لیکن اگر واقعی کونسل کے سامنے کوئی ایسی تجویز یا منصوبہ ہے تو چند وجوہ سے محل نظر ہے ۔

۱۔ اس سے حکومت پر بے اعتمادی میں اضافہ ہوگا کہ اسلام کے متعلق سال بھر کے اعلانات کا نچوڑ یہی تھا۔

۲۔ اسلامی قوانین اور اسلامی نظام کے متعلق غیر یقینی صورت حال پیدا ہوگی ۔

۳۔ پاکستان کے مقصد تخلیق سے فرار کے شبہات کو تقویت ملے گی ۔

قرموک کے فلسفہ حیات میں وحدت فکر اور اس پر پختہ یقین اور ایمان سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے ۔ صحیح اور غلط حق اور باطل سے قطع نظر اس حقیقت کو ماننا پڑیگا کہ نیا چین جو پاکستان سے ایک سال بعد ایک مخصوص نظریہ حیات کے تحت معرض وجود میں آیا ۔ وحدت فکر اور اس پر یقین کی طاقت سے آج دنیا کی عظیم طاقتوں میں شمار ہو رہا ہے ۔ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب آیا تو ترکی صاحب نے پہلی ہی فرصت میں سب اہم عہدوں پر اسی نظریہ پر ایمان رکھنے والوں کو متعین کیا ۔ یہ صرف پاکستان کی بدقسمت سرزمین ہے جہاں اسلام کے مقدس نام پر انقلاب آیا لیکن تیس برس اسی تذبذب میں گذرے کہ اسلامی نظام کیسے کامیاب ہوگا ۔ ایک طرف محدود مغرب زدہ گروہ کے ملحدانہ خیالات ہیں اور دوسری طرف قوم کی قوم ۴۷ء سے ۷۷ء تک اسلام اور اسلامی نظام کے لیئے سربکف ہے ۔

ع ہائے گردو پیش امروز بود فردائے

پاکستان کے اردگرد کے حالات اب اس کے متحمل نہیں کہ یہاں اب مزید تجربے یا بالفاظ دیگر اسلام کے ساتھ تمسخر اور تضحیک کا معاملہ جاری رکھا جائے ۔

چند سال قبل ایک اہم انقلاب کے نام پر اوقاف پر قبضے کو اسلامی انقلاب کی طرف ایک قدم قرار دیا گیا تھا اگر اسے صحیح طریقہ پر استعمال کیا جاتا تو واقعی اس پر دوررس نتائج مرتب ہو سکتے تھے ۔ اقامت صلوٰۃ کا مکمل اہتمام اور انتظام کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اسلامی درسگاہوں کے اخراجات اس سے پورے ہو سکتے تھے لیکن ہوا یہ کہ چند منظور نظر افراد کو ملازمتیں دلوا کر ساری آمدنی کا مختار انہیں بنایا گیا ۔

اب وقت ہے کہ اسلامی انقلاب کے مکمل تقاضے پورے کرنے کے لیئے ٹھوس اقدامات کیئے جائیں ۔ چند ضلعوں میں زکوٰۃ کا نظام جاری کرنے سے نہ تو ملکی معیشت میں تبدیلی ممکن اور نہ غربت و افلاس کا خاتمہ ، ڈر یہ ہے کہ اسے بھی اوقاف کی طرح دکھاوے کی رسم پوری کرنے کے لئے استعمال کیا جائیگا اور غلط طریق کار کی وجہ سے چونکہ صحیح مطلوبہ نتائج مرتب نہیں ہوں گے تو اسے معیشت اسلامی کی ناکامی کا نام دیا جائے گا ۔ اور غلط لوگ اس سے غلط فائدہ اٹھانے کی سعی کریں گے ۔ اس وقت غیر فطری انقلاب خطرناک اژدھے کی صورت منہ پھاڑے ہوئے پاکستان کے دروازے پر دستک دے رہا ہے ۔ اس کا علاج حرف اور صرف اسلام کے نظام حیات میں ہے جس میں معیشت کا انقلاب ایک اہم جزء ہے تو خدا کے لیئے اگر آپ صحیح رہنمائی سے کسی وجہ سے قاصر ہیں تو اہل ملک کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے راستے سے ہٹ جائیے ۔

اگر اس تجربہ سے مراد تدریجی عمل ہے تو اس بحث میں پڑے بغیر کہ نظریاتی انقلابات میں تدریجی عمل کی کتنی گنجائش ہوتی ہے اور کیا نتائج - یہ تو تدریج نہیں دو عملی ہے کہ ملک کے ایک حصہ میں اسلامی قانون کا نام دیا جائے اور دوسرے حصے بدستور کفر کے سپرد ہوں ، لیکن اگر بعض نامعلوم وجوہ کی بنا پر تدریج ہی ناگزیر ہے جو ہمارے ہاں ضعف ایمان کی علامت اور خدا پر بے اعتباری کی دلیل ہے تو اس کی صورت یہ ہونی چاہیئے کہ سب سے

بقیہ برصفحہ ۱۰ پر

تلخ و شیریں

امجد علی شاکر
ایم اے

عیاں ہے مجھ پر رمز خاص

پچھلے دنوں ہم نے ایک عام سی خبر پڑھی جس میں معمولی قسم کی باتیں تھیں۔ ہم نے خوردبین لگا کر دیکھا مگر اس میں معمول کے خلاف کوئی بات نظر نہ آئی کیونکہ ہم ایسے ہی معصوم سی خبریں پڑھنے کے عرصے سے عادی ہیں۔ ہمارے دیرینہ کرم فرما ہماری ضیافت کے لئے ایسی ہلکی پھلکی خبروں کے لئے میٹریل فراہم کرتے رہتے ہیں۔ انہی کرم فرما نے ہمیں نجومی بنا دیا ہے اور ہم اپنے ہی جیسے "ایک صاحب"۔ کی طرح بڑے مزے سے پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ یہ "ایک صاحب" موسموں کے بارے میں پیشین گوئی کیا کرتے تھے اور اکثر و بیشتر ان کی یہ پیشین گوئیاں درست ثابت ہوتی تھیں۔ اس لئے ان کی شہرت پھیل گئی تھی۔

ایک روز ایک صاحب نے ان سے آئندہ موسم کے بارے میں دریافت فرمایا تو ان صاحب نے حنیف رامے صاحب کی طرح کچھ وقت کے بعد انکشاف کرنے کا وعدہ کیا۔ سائل نے دوبارہ دریافت کیا کہ "حضرت اس کی کیا وجہ ہے" تو انہوں نے جواباً فرمایا "بھئی ریڈیو سے ابھی آئندہ موسم کا حال نشر نہیں ہوا۔ میں تو صرف اس حال کا متضاد حال نشر کر دیا کرتا ہوں جو درست ثابت ہوتا ہے یعنی "زباں میری ہے بات ان کی"

چنانچہ اس خاکسار کا حال ان صاحب سے تھوڑا سا مختلف ہونے کے باوجود کافی ملتا جلتا ہے وہ یہ کہ میں بڑے مزے سے یہ پیشین گوئی کر سکتا ہوں کہ خان عبدالقیوم خان کس وقت اپنی وفاداریاں تبدیل کرنے والے ہیں جس طرح کسی کے میلے کپڑے دیکھ کر اس کے لباس تبدیل کرنے کے بارے میں پیشین گوئی کی جا سکتی ہے۔

میرا بھی ایک ہلکا پھلکا سا اصول ہے۔ وہ یہ کہ جب خاں صاحب کی مارکیٹ ویلیو کافی ڈاؤن ہو جائے اور وہ وزارت کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے مارتے تھک جائیں تو وہ اپنے لئے ایک تازہ ترین آقا ڈھونڈھ لیتے ہیں اس کے لئے چاہے انہیں ضمیر بدلنا پڑے یا بیان پالیسی بدلنا پڑے یا پارٹی۔ اسی سلسلے میں وہ کسی قسم کی شرم محسوس کئے بغیر سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ آپ کسی زمانے میں خان عبدالغفار خان کے چیلے ہوا کرتے تھے پھر کانگریس کے ایک میڈیم سائز کے لیڈر رہے۔ پھر اس سے ذرا بڑے سائز کے لیڈر بن کر مسلم لیگ میں چلے گئے۔ اور اپنی کتاب کو اپنے سابقہ بیانات ضمیر دماغ اور فکر کے ساتھ دفن کر دیا۔ اسی عجیب الخلقت مصنف کی تحریر اس کے دور حکومت میں ضبط ہوئی تو اس نے آئندہ صرف معافی ناموں یا مقتدر کی شان میں قصائد کی تالیف و تصنیف کا شغل فرمانا شروع کر دیا۔ پاکستان بنا تو بھابڑہ جیسے مقام کو بے گناہوں کے لہو سے لالہ زار کیا۔ پھر لو جیسی نئی چیز ایجاد فرمائی اور بلیٹ بکس سے دل لگی فرمائی، نتیجۃً آپ اپنی مدد آپ کے تحت انتخاب جیت گئے اور اپنے تمام تر دولتوں کے ساتھ آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ وزارت آنجہانی ہوئی تو پھر آپ نے نئے نئے آقا ڈھونڈے۔ ایک وقت آیا کہ آپ خان عبدالغفار خان کے قدموں میں سجدہ سہو کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ پھر اس شخصیت کو کر برا بھلا کہتے ہوئے جس کا نام بطور تکیہ کلام استعمال کرتے ہیں آپ نے اپنا ایڈر مان لیا۔ پھر ایک اور لیڈر چن لیا۔ یہ تھا یحییٰ خاں۔ اس بہشتی کی خدمت کی مگر بات نہ بنی تو بھٹو صاحب کے دست اقدس پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مگر نورالامین کی عارضی وزارت کا نقشہ سامنے آیا تو آپ نے بھی نیا مرشد سیاست چن لیا۔ جب یہ سب خواب بکھر گئے تو آپ نے بھٹو صاحب کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، مگر انہوں نے اپنے دور کے زوال سے چند دن پہلے انہیں فارغ خطی دے دی۔

ے بڑے خلوص سے حاضر رہا میں خدمت میں
مگر حضور نے مجھ سے زمانہ سازی کی

یہ ہے ہمارے محترم خاں صاحب کا کل جن کو ہم ان کے دور وزارت میں ٹریل بیرل خاں لکھا کرتے تھے کہ ان کے اس وقت کے آقا کا دیا ہوا لقب یہی تھا مگر آجکل ہمیں ان سے ہمدردی ہے کہ موصوف وزارت کے بغیر کس طرح سوتے ہوں گے۔ آپ کو وزارت سے بڑا گہرا عشق ہے۔ جب کسی کے پاس یہ نعمت غیر مترقبہ نظر آئی آپ اس کے قدموں میں نظر آئے۔ پچھلے دنوں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے بھی ملاقاتیں کیں تاکہ اگر وہ وزارت کی پیشکش کریں تو آپ بغیر غور و فکر کے بلا تامل قبول کریں۔

شنید ہے کہ خاں صاحب آجکل مسلم لیگ کی صدارت پر دندان آز تیز کر رہے ہیں۔ معلوم نہیں پیر صاحب پگارا نے اس کا سد باب کس طرح کیا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ خاں صاحب

موصوف کو کوئی نہ کوئی چھوٹی موٹی صدارت عطا کردیں تاکہ آپ اسے اپنے نام کے ساتھ بطور تخلص استعمال فرما سکیں۔ آپ مسلم لیگ کے انتخابات پر زور دے رہے تھے۔ ویسے بات درست ہے کہ انہیں بھی پارٹی میں الیکشن لڑے کافی دیر ہو گئی ہے۔ اب ان کے شوق کا کچھ نہ کچھ سامان کرنا چاہیئے۔ وہ مسلم لیگ پگاڑا گروپ کے نئے نئے پالک ہیں۔ انہیں اپنے نئے فرزند دلبند کی کچھ نہ کچھ ضیافت تو کرنی ہی چاہیئے، ویسے خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کو اگر صدارت نہ ملی تو آپ آئندہ کسی وزارت کے لالچ پر بھی مسلم لیگ میں اس نوکر کی طرح رہ سکتے ہیں جس نے اپنے آقا سے تنخواہ بڑھانے کے لئے درخواست دیتے ہوئے کہا

"آپ میری تنخواہ بڑھادیں نہیں تو !!!"

"تو کیا ؟" مالک نے پوچھا

"تو میں سابقہ تنخواہ پر ہی کام کروں گا۔"

بہرحال خان صاحب فی الحال سابقہ تنخواہ پر کام کرنے کو تیار ہیں۔ اس وقت ہماری یہی پیشین گوئی ہے جو ہمارے نجومی بن جانے کی بڑی اچھی دلیل ہے اس لئے میں خلد کا یہ شعر با ادنیٰ تصرف یوں سنا سکتا ہوں

خرابات مغاں کا محرم اسرار ہے شاکر
عیاں ہے اس پر رمز خاص قیوم خان کی

بقیہ: اسلامی نظریاتی کونسل

پہلے اقامت نماز کا پورا اہتمام کیا جائے تمام سرکاری عمارات میں مساجد کی تعمیر کی جائے ہر سرکاری ملازم پر قطع نظر اس سے کہ اعلیٰ درجہ کے ہوں یا ادنیٰ درجے کے ڈیوٹی کے وقت جماعت سے غیر حاضری قانونی مواخذہ قرار دیا جائے۔ نماز کے وقت بازار میں پولیس نماز کے لئے جانے کی تلقین کرے۔ اقتصادی نظام کو اسلامی معاشیات کی بنیاد پر استوار کیا جائے، جس میں زکوٰۃ بھی ایک جز ہو گا اور اگر اسے قرآنی احکام کے مطابق صحیح مصرف میں صرف کیا گیا تو اس سے غربت اور افلاس کے خلاف کامیاب جنگ لڑی جا سکتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت معاذ رضؓ نے خلافت فاروقیہ میں پہلے سال صدقات کی تہائی یمن سے دارالخلافہ کو بھیجی تو فاروق اعظم رضؓ نے شدت سے لکھا کہ ان کے اغنیاء سے وصول کر کے انہیں کے فقراء میں تقسیم کی جائے جس کے جواب میں حضرت معاذ رضؓ نے لکھا کہ یہ وہ حصہ ہے جس کا یہاں لینے والا کوئی مستحق نہیں تھا۔

دوسرے سال حضرت معاذ نے نصف اور تیسرے سال سارے کے سارے صدقات بیت المال دارالخلیفہ میں بھیجے تو یہی سوال وجواب ہوتا رہا — مقصد یہ ہے کہ اگر اسلامی معاشی نظام کو درست اور صحیح طریقہ پر نافذ کیا گیا جو آج وقت کا بہت بڑا تقاضہ ہے تو یقیناً غیر فطری انقلابات کو صحیح جواب مل جائے گا۔

ازقلم: محمد یوسف علی ہاشمی کراچی

پاکستان

کیوں بنا؟

کیونکر بنا؟ کہاں بنا؟ اور اس کے بنانے کی غرض وغایت کیا تھی؟

پاکستان کیوں بنا؟ کیونکر بنا؟ کہاں بنا؟ اس کے بنانے کی غرض وغایت کیا تھی؟ مقصد کیا تھا؟ مدعا کیا تھا؟ تیس سال گذرنے کے بعد بھی ان سوالات کے جوابات میں یکسانیت نہیں۔ کوئی کہتا ہے انگریزوں کی دو سو سالہ غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے بنا۔ کوئی کہتا ہے بنیوں۔ بقالوں اور برہمنوں کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے بنا کوئی کہتا ہے سرمایہ داروں کے چنگل سے نکلنے کے لئے بنا۔ کوئی کہتا ہے مزدوروں، کسانوں اور غریبوں کے لئے بنا۔ کوئی کہتا ہے مسلمانوں کی اپنی تہذیب وثقافت کو برقرار رکھنے کے لئے بنا۔ کوئی کہتا ہے چند منچلے ہوس اقتدار کے بھوکے لیڈروں کے تعیش کے لئے بنا۔ کوئی کہتا ہے حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لئے بنا۔ کوئی کہتا ہے اس کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے انگریز نے خود بنایا۔ کوئی کہتا ہے کانگریس نے بنایا۔ کوئی کہتا ہے مسلم لیگ نے بنایا۔ کوئی کہتا ہے جاگیرداروں نے بنایا۔ کوئی کہتا ہے ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ نے بنایا تاکہ اکھنڈ بھارت کے لئے راہ ہموار ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے برصغیر کے مسلمانوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے بنایا۔ کوئی کہتا ہے پاکستان وہاں بنا جہاں کے لوگ اس کے حامی نہ تھے۔ وہاں نہ بن سکا جہاں کے لوگ اس کو چاہتے تھے۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ تن من دھن کی بازی لگانے والے جان ومال کی قربانی دینے والے، عزت وآبرو لٹانے والے "لے کے رہیں گے پاکستان" کا نعرہ لگانے والے ہندو اور انگریز کا مقابلہ کرکے آزادی حاصل کرنے والے گھر بار چھوڑ کر اللہ کا فضل ڈھونڈنے والے "مہاجر" کہلائے اور ۱۴ اگست ۴۷ء کی صبح کو بستر استراحت پر آنکھ کھولنے والے پاکستان کے اصل باشندے قرار پائے۔ لٹ پٹ کر خون میں نہا کر آنے والے بارگاہ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لائے کہ ہمیں پاکستان ملا۔ دین ودنیا کی راحت کا سامان ملا کروڑوں مسلمانوں کے درد کا درماں ملا۔ مقامی باشندے بغل گیر ہوئے، گلے سے لگایا خوش آمدید کے نعرے لگائے۔ اسلامی اخوت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

پاکستان کا قیام شیطان مردود کے شکست فاش کی علامت تھی۔ وہ تڑپ اٹھا کہنے لگا کہ یہ کیا ہو گیا؟ کیا یہاں اللہ کا کلمہ بلند ہوگا؟ کیا یہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی؟ کیا سارے مسلمان متحد ہو جائیں گے؟ کیا یہاں قرآن وسنت کی حکمرانی ہوگی؟ کیا یہاں خلافت راشدہ کا نظام رائج ہوگا؟ نہیں نہیں... میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دونگا۔ میں اس منصوبے کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا۔ وہ چلایا.......

...اے پاکستان کے اصل باشندو! کہاں سو رہے ہو؟ خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ دیکھتے نہیں کہ تم پر شب خون مارا گیا ہے۔ یہ لاکھوں انسان جو بھارت سے چلے آ رہے ہیں تمہارا رزق چھین لیں گے۔ تمہاری زمینوں پر قبضہ کریں گے۔ تمہارے شہروں میں آباد ہوں گے۔ تمہاری معیشت کو تباہ کر دینگے تمہاری تہذیب کو مٹا دیں گے۔ تمہاری انفرادیت کو فنا کر دیں گے۔ مہاراجہ اشوک کی قسم تم غیور پٹھان ہو۔ مہاتما گوتم کی قسم تم بہادر بلوچی ہو۔ رنجیت سنگھ کی قسم تم حوصلہ مند پنجابی ہو۔ راجہ داہر کی قسم تم جرأت مند سندھی ہو۔ ٹیگور شیریں بیان کی قسم تم باوقار بنگالی ہو۔ تمہاری زبان الگ تمہارا کلچر الگ، تمہارا رنگ وروغن الگ، تمہاری طرز زندگی جدا۔ تمہاری طرز فکر جدا۔ تمہاری قومیت جدا۔ تمہارے قبیلے جدا۔ کیا تم سب ایک پردیسی زبان "اردو" کو گوارہ کر لوگے؟ کیا تم سب باہر سے آئے ہوئے مہاجرین کو پاکستانی قرار دے دوگے؟ خبردار! مذہب کے دھوکے میں نہ آنا۔ مذہب کو مسجدوں سے باہر نہ آنے دینا۔ پہلے تم بنگالی ہو۔ پنجابی ہو۔ پٹھان ہو، سندھی ہو، بلوچی ہو پھر مسلمان یا اور کچھ۔ دیکھتے نہیں کہ دنیا کیسے ترقی کر رہی ہے۔ یہ سائنس کا دور ہے۔ ذرا اپنے اردگرد دیکھو۔ آج کا انسان عقل وہوش سے کام لے کر چاند تک پہنچ چکا ہے اور اس سے آگے ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے اور یہ نام نہاد مسلمان تم کو بدیسی مذہب اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ چودہ سو برس پیچھے لے جانا چاہتے ہیں جب کہ اقوام عالم آگے بڑھ رہی ہیں۔ ترقی کر رہی ہیں۔ کیا تم پیچھے جانا پسند کروگے؟

پھر کیا تھا افراد اٹھے۔ جماعتیں بنیں۔ مفاد پرست اور مادہ پرست میدان میں نکل آئے۔ انا ولا غیری کے نعرے بلند ہوئے۔ کفر والحاد کا بازار گرم ہو گیا۔ علاقہ واریت اور قومیت کی آگ کو بھڑکایا گیا۔ اسلام کا نام لینے والوں کو رجعت پسند قرار دیا گیا۔ مقامی اور مہاجرین میں نفرت پھیلائی گئی عصبیت کا خوب پرچار کیا گیا۔ زبان کی بنیاد پر فسادات کرائے گئے

اسلام کو فرسودہ نظام قرار دیا گیا۔ سوشلزم کو ترقی پسند اور قابلِ عمل گردانا گیا۔ کھلے عام فحاشی اور بے حیائی پھیلائی گئی۔ نائٹ کلب قائم کیے گئے۔ شراب خوری اور قمار بازی کا بازار گرم ہو گیا۔ جنسی اور ہیجان انگیز لٹریچر کو فروغ دیا گیا۔ عریاں فلم دکھائے جانے لگے۔ نوجوان نسل کو بے راہرو کر کے چھوڑا گیا۔ پاکستان کے قیام کی مختلف تاویلیں کی گئیں۔ مخرب اخلاق اور حیا سوز کتابوں اور رسالوں کی بڑے پیمانے پر اشاعت کی چھوٹ دے دی گئی۔ اسلام کا برملا مذاق اڑایا جانے لگا۔ رشوت۔ چوری۔ زنا۔ ڈاکہ۔ اغوا۔ قتل۔ فریب، دھوکہ، بے ایمانی، عیاری۔ مکاری اور ہر وہ برائی جو شیطان کے بس میں تھی یہاں پورے عروج پر چالاکی اور ہنر مندی کے طور پر جاری و ساری ہو گئی۔ تیس سال کے عرصے میں کسی حکمران کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ یہاں اسلام اور اسلامی اقدار کو فروغ دیا جائے بلکہ ہر آنے والا پہلے والے سے بدتر حکمران آتا گیا حتیٰ کہ ایک ایسا بدترین شخص برسر اقتدار آگیا کہ جس نے پاکستان کا بیڑہ غرق کر دیا۔ مشرقی پاکستان اسی کے دور میں بنگلہ دیش بنا۔ اسی کے دور میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان سپاہی کافر و مشرک حکومت کے اسیر بنے۔ اسی کے دور میں سینکڑوں مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔ اسی نے بچے کھچے پاکستان کے چپہ چپہ میں مسلمانوں کا خون بہایا۔ اسی نے سارا سرکاری خزانہ اپنے اور اپنے پیروکاروں کے تعیشات پر لٹا دیا۔ اسی نے مسلمانوں کو رجعت پسند اور سوشلزم کو پاکستان کی معیشت قرار دیا۔ اسی کے دور میں اس قدر ذہنی انتشار پھیلا کہ ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی پارہ پارہ ہو گئی۔ شیطان نے اسی کے برسر اقتدار آتے پر اپنی سلور جوبلی منائی۔ قریب تھا کہ بقیہ پاکستان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، ملک خانہ جنگی کا شکار ہو جاتا۔ اللہ کی رحمت جوش میں آئی — مسلمانوں کا خفتہ ایمان بیدار ہوا۔ پوری قوم متحد ہو گئی۔ مختلف جماعتوں کے قائدین کو ایک مرکز پر آنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ "پاکستان قومی اتحاد" کے نام سے ایک سیاسی تنظیم وجود میں آئی۔ حق و باطل کا معرکہ پیش آیا۔ سوشلزم کے علمبردار ظالم جابر حکمراں نے پورے لاؤ لشکر سے اور تمام وسائل کو کام میں لاتے ہوئے نہتے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن اللہ کی نصرت مسلمانوں کے شاملِ حال رہی۔ ظالم کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمانوں نے تحریکِ خلافت اور تحریکِ آزادی سے بھی زیادہ درخشندہ کارنامہ انجام دے کر دنیا کو دکھا دیا کہ ابھی پاکستان کا مسلمان زندہ ہے اگر دبا ہوا ضرور رہے لیکن مرا ہوا نہیں۔ آج بھی سرفروشانِ اسلام بدر و حنین کا نقلی منظر دنیا کے سامنے پیش کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔

پی۔ پی۔ پی اور اشتراکیوں کا نعرہ ہے کہ اس ملک کے حقیقی مالک یہاں کے عوام ہیں اور قومی اتحاد کا نعرہ ہے کہ نہ صرف اس ملک کا بلکہ سارے کائنات کا حقیقی مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہاں عوام کی مرضی کے مطابق حکومت ہوگی اور یہ کہتے ہیں کہ یہاں کتاب و سنت کے احکام کے مطابق حکومت ہوگی۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہاں دنیا کی رائج الوقت اشتراکی فسطائیت قائم ہو اور یہ چاہتے ہیں کہ یہاں خلافت راشدہ کا عادلانہ نظام حکومت قائم ہو۔ جو لوگ اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کرتے ہیں ان کو یہ سوشلسٹ پاکستان دشمن اور پاکستان کا مخالف قرار دیتے ہیں اور خود کو پاکستان کا بڑا حامی اور اسلام کا سب سے زیادہ خدمت گذار گردانتے ہیں۔ الغرض تیس سال گذرنے کے بعد بھی پاکستان ایک معجون مرکب بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں ہرگز یہ نہیں چاہتیں کہ یہاں اسلامی نظام رائج ہو۔ وہ کسی نہ کسی بہانے لوگوں کو گمراہ کرتی ہیں اور ملت اسلامیہ کے تصور کو ملیامیٹ کرنا چاہتی ہیں۔ انہی کی ریشہ دوانیوں کے سبب عامۃ المسلمین کے ذہنوں سے نظریہ پاکستان اور ملت اسلامیہ کا صحیح تصور مٹتا جا رہا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آج کی نشست میں قیام پاکستان کے مقصد اور نظام اسلامی کے نفاذ کی غرض و غایت کو وضاحت کے ساتھ پیش کریں۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ پاکستان کے قیام میں برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت نے حصہ لیا اور بلاشبہ قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے پرچم تلے مسلمانانِ ہند کی ایک عظیم اکثریت کو ایک مرکز پر جمع کیا اور پاکستان کے لئے کامیاب جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں مالک الملک کی طرف سے مسلمانانِ ہند کو ایک علیحدہ آزاد مملکت "پاکستان" عطا ہوئی لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت مختلف الخیال جماعتوں کے زعما اور قائدین نے بھی مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا۔ قیام پاکستان میں صرف سیاسی لیڈروں ہی کا حصہ نہ تھا بلکہ علماء، طلباء، وکلاء، مزدور، کسان، صناع، صحافی اور مشاہیر اسلام کی ایک معتدبہ تعداد بھی اس جدوجہد میں شامل تھی۔ اگرچہ جمعیت علماء ہند کا سیاسی موقف من حیث الجماعت کانگریس کی حمایت میں تھا، لیکن اس جماعت کے جید علماء مثلاً مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ وغیرہ زعماء جمعیت نے قائداعظم سے یہ طمانیت حاصل کرنے کے بعد کہ پاکستان صرف اس لئے حاصل کیا جا رہا ہے کہ وہ نہ صرف برائے نام مسلم اسٹیٹ ہوگا بلکہ وہاں اسلامی نظام شریعت نافذ ہوگا، اپنی پوری صلاحیتیں اس کے حصول میں صرف کر دیں اور شب و روز اس جدوجہد میں قائداعظم کے دست و بازو بن کر حصہ لیتے رہے۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلے کراچی میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے پاکستان کا پرچم لہرایا۔ قائداعظم نے انہی علماء کرام کے ہاتھوں اسلام اور پاکستان کی پرچم کشائی کرائی۔ اس کھلی حقیقت کے باوجود جمعیت علماء اسلام کو جو انہی علماء کرام کی قائم کردہ تنظیم ہے اور جو پاکستان میں نظام اسلامی کے لئے سرگرم عمل ہے پاکستان مخالف جماعت کا طعنہ دینا اور اس کو پاکستان دشمن گردانا نہ صرف سفید جھوٹ ہے بلکہ دن کو رات کہہ دینے کے مترادف ہے۔

تقسیم سے پہلے جن زعماء اور دیگر مسلم جماعتوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ اسلامی نظام حکومت کے مخالف تھے اور لادینی مملکت کو پسند کرتے تھے بلکہ ان کی مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ جو سیاسی لیڈر

اسلام اور پاکستان کا نام لے کر مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہے ہیں وہ خود اسلامی اقدار کے حامل نہیں ہیں اور ان کی پوری زندگی فرنگی تہذیب کی آئینہ دار ہے۔ ان کی اکثریت اسلام کے مبادیات تک سے واقف نہیں ہیں۔ ایسے لوگ اگر ایک علیحدہ مملکت حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اسلامی نظام کیسے نافذ کر سکتے ہیں؟ اور جب یہ نہیں ہوگا تو ایک انگریزی قانون کو جاری رکھنے والی مسلم مملکت قائم کرنے کے لئے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی جان و مال کو داؤ پر لگا دینے اور انہیں بے خانماں کرنے سے کیا حاصل؟ یہ تھا ان کا بنیادی اعتراض اور اندیشہ جو صد فی صد صحیح ثابت ہوا۔

پاکستان کو قائم ہوئے ایک تہائی صدی گذر گئی۔ یہاں ہر قسم کی برائی اور بدکاری کو تو خوب فروغ ہوا اور انگریز کے قانون کو جاری ساری رکھا گیا لیکن آج تک اسلامی نظام نافذ نہ ہو سکا۔ اس قطعۂ ارضی پر قیام پاکستان کے نتیجے میں لاکھوں مسلمانوں کے خون سے جو ہولی کھیلی گئی وہ تاریخ عالم کا جسقدر اندوہناک واقعہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اور اب تو پاکستان کے قیام کا مقصد ہی کچھ کا کچھ بیان کیا جا رہا ہے۔ کیا ان دوراندیش حضرات کا اندیشہ صحیح ثابت نہیں ہوا؟ اس حقیقت کے واشگاف ہونے کے باوجود ان کو اسلام اور پاکستان کا دشمن قرار دینا اور کافر و مشرک کا دوستہ گردانا کہاں کا انصاف ہے؟ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کچھ منچلے اور اسلامی تعلیمات سے ناآشنا لوگ ایک مسجد کی تعمیر کا منصوبہ بنائیں اور لوگوں کو اپنی اقتدار کے لئے جمع کریں تو بعض سنجیدہ اور صاحب بصیرت لوگ محض اس وجہ سے مخالفت کریں کہ جو کام یہ کرنے چلے ہیں اس کے نہ وہ اہل ہیں اور نہ اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ مسجد بن جانے کے بعد نمازیوں سے آباد ہوگی۔ اس لئے ایسی مسجد بنانے سے نہ بنانا بہتر ہے جس میں تعمیر کے بعد اللہ کی بندگی کرنے کی بجائے جوا کھیلا جائے یا پھر وہ چوروں اور ڈاکوؤں کی پناہ گاہ بن جائے اور اس کی مسلسل بے حرمتی ہوتی رہے۔ ان کی اس مخالفت کے باوجود اگر مسجد تیار ہو جاتی ہے اور اس میں ان دوراندیشوں کے عین مطابق اللہ واحد کی پرستش کی بجائے غیر اللہ کی بندگی کی جاتی ہے اور اس میں رقص و سرور کی محفلیں سجائی جاتی ہیں اور وہ لوگ اس طرح مسجد کی بے حرمتی کو برداشت نہ کر کے پکار اٹھتے ہیں[1] وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا اور وہ اس مسجد کو نمازیوں سے آباد کرنے کے لئے خود آگے بڑھتے ہیں اور وہاں اقامت صلوٰۃ کا انتظام کرنا چاہتے ہیں تو ان کو تعمیر مسجد کی مخالفت کا طعنہ دے کر مسجد سے بے دخل کرنے کی کوشش کرنا اور غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کا مسجد پر قبضہ سمجھنا کہاں کا انصاف ہے؟

قیام پاکستان کی جد و جہد میں مسلمانوں سے واضح طور پر یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ یہ ایک خالص اسلامی مملکت ہوگی۔ یہاں علمائے دین کی رہبری میں اور ان کے مشورے سے اسلامی قانون نافذ ہوگا۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت ہوگی۔ چنانچہ نعرہ ہی یہ دیا گیا تھا کہ

"پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ"

اسی کلمۂ توحید کو بلند کرنے کے لئے ہندوستان کے لاکھوں کروڑوں مسلمان اپنی جان و مال کو قربان کر کے اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کو "پاکستان" کہا جاتا ہے۔

ہم اس موقع پر مسلمانان ہند کے دلوں کی دھڑکن فصاحت و بلاغت کے مخزن، قائد اعظم کے دست راست، پاکیزہ اور ستودہ صفات، جنگ آزادی کے معتبر گواہ، مجلس اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن اور کل ہند ریاستی مسلم لیگ کے سربراہ، برصغیر ہند و پاک کے مجاہد، لسان الامت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے ایک مکتوب[2] میں تحریر فرماتے ہیں "میری منزل مسلمان کو منفرداً اور جماعت اسلامیہ کو مجتمعاً منہاج نبوت پر دیکھنا ہے۔" جس طرح آگ سے لازماً گرمی ملتی ہے اسی طرح طریق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سالک بے کھٹکے انتم الاعلون کا مخاطب ہو جاتا ہے امت وسط ہو جاتا ہے۔ خیر امت ہو جاتا ہے اور انا جعلناکم خلائف فی الارض کا مصداق قرار پاتا ہے۔ مسلم لیگ کے ساتھ اس لئے ہوں کہ غیر شعوری طور پر اس کا قائد اسی منزل کی طرف جا رہا ہے۔ پاکستان کے دستور حکومت کی تحریک اس سال کے اجلاس میں نہ آ سکی اور مجلس موضوعات نے اس کو قبل از وقت اور خلاف مصلحت قرار دیا۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ اس مقصد کو مقصد حیات سمجھنے والوں کا ایک خاصا بڑا گروہ لیگ میں پیدا ہو گیا ہے اور آپ حیران ہوں گے یہ سب کے سب دیوانے۔ داڑھی منڈے اور اصطلاحاً غیر عالم ہیں۔ آخری اجلاس کی آخری تقریر میری یادہ گوئیاں تھیں۔ اسی اجلاس میں اس موضوع پر تفصیلی بحث رہی اور لیگ کے پلیٹ فارم سے اللہ نے میری زبان سے اعلان کرا دیا کہ پاکستان کا دستور الٰہی دستور ہوگا اور وہاں کی حکومت قرآنی حکومت ہوگی اور سب سے بڑھ کر قابل مسرت یہ کہ جب میں دوران تقریر اس مقام پر پہنچا تو قائد اعظم نے زور سے اور بڑے جوش سے مکا مار کر فرمایا

"تم بالکل درست کہتے ہو"

اور میں نے فوراً اعلان کر دیا کہ قائد اعظم سے میرے قول پر سند تصدیق مل گئی"۔

حصول پاکستان کے لئے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں:

"آج[1] جب کہ خانۂ اسلام کے اطراف بارود بچھی ہوئی ہے اور شعلۂ کفر اس کو بھسم کرنے کی تیاری کر رہا ہے میں کافی سمجھتا ہوں کہ لوگ سب کچھ چھوڑ کر
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
پر جمع ہو جائیں۔"

معاشی نظام کے بارے میں اپنے ایک مکتوب میں اس طرح رقم طراز ہیں:

---

[1] سورہ جن آیت ۱۸ پارہ ۲۹ ترجمہ: مسجدیں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ ان میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارو۔

[2] مکتوب ۵۷۳ الف، مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۴۴ء

[1] مکتوب ۱۳ م، ۲۲ جنوری ۱۹۳۸ء

"مسلم نوجوانوں میں اشتراکیت کے بڑھتے[1] ہوئے میلانات کو محسوس کرتے ہوئے میں نے اپنے بعض احباب کے مشورے سے یہ ارادہ کیا کہ دنیا کے موجودہ نظام ہائے معاشی کو مدنظر رکھ کر اسلامی نظام معاشی کا تقابل مطالعہ کیا جائے اور اگر ہو سکے تو کوشش کی جائے کہ اسلامی نظام معاشی کو ایک قابلِ عمل مرتب صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے"۔

اپنے ایک اور مکتوب[2] میں جو ایڈیٹر زمزم کا موصولہ ہے تحریر فرماتے ہیں:

"میں تو ان لوگوں میں سے ہوں جو پاکستان پر یقین کامل رکھتے ہیں اور اس کو ہندوستان کے سیاسی مسائل اور خصوصاً مسلمانوں کے مستقبل کا واحد حل تصور کرتے ہیں۔ میں ہندوستان کے تمام سیاسی کشمکش کا واحد حل پاکستان کو سمجھتا ہوں اور میرے خیال میں پاکستان کے لئے ہر قسم کی سعی اور کوشش حرام ہے اگر پاکستان سے الٰہی اور قرآنی حکومت مراد نہیں ہے جس میں قانون سازی کا بنیادی حق صرف خداوند قدوس کو حاصل ہو اور ہمارے بنائے ہوئے قوانین اس کی توضیح و تشریح کریں۔ میں زندگی کے ہر گوشہ اور حیات کے ہر پہلو کے لئے قرآنی نظام کو کافی اور شافی سمجھتا ہوں، چاہے حیاتِ انسانی کا وہ گوشہ اخلاقی ہو یا علمی، اقتصادی ہو یا سیاسی، حالت امن سے متعلق ہو یا حالت جنگ سے اور یہی وجہ ہے کہ نہ روسو کا قائل ہوں نہ کارل مارکس کا، نہ لینن کا قائل ہوں نہ ٹالسٹائی کا، نہ ابن سینا کا قائل ہوں نہ گاندھی کا اور اپنی اس بغاوت کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر جناح

---

[1] مکتوب ۴۸۹ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۴۴ء

[2] مکتوب ۱۶۲ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۱ء

اور شرق بھی اس کے سوا کوئی اور نظام حیات چاہتے ہیں تو ان کا بھی قائل نہیں ہوں"۔

اس کھلی حقیقت کے باوجود اب اگر کوئی شخص پاکستان کے قیام کا کوئی دوسرا ہی مطلب یا مقصد بیان کرتا ہے تو وہ ایک بدیہی حقیقت کو جھٹلانے والا اور دن کے بارہ بجے سورج کے وجود کا انکار کرنے والا ہے۔ بالفاظ دیگر ایسا شخص دن کو رات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنے والا دغاباز ہے۔ اگر اسلامی نظام کی بجائے صرف معاشی خوشحالی مطلوب ہوتی یا جمہوریت کا قیام ہی مقصود ہوتا تو کیا یہ چیزیں بھارت میں موجود نہیں، بلکہ بھارت تو آج کی دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہونے کا دعویدار ہے۔ وہاں کی صنعتی اور معاشی حالت بھی پاکستان سے کئی گنا بہتر ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کا مقصد صرف اور صرف حکومت الٰہیہ کا قیام اور اسلامی قانون کا نفاذ ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا مقصد نہیں۔

مسلمان ایک اعلیٰ نصب العین کا حامل ہوتا ہے۔ وہ خود کو خلافت ارضی کا مستحق سمجھتا ہے وہ اللہ کو حاکم مطلق مانتا ہے اور قرآن کو مکمل دستور حیات سمجھتا ہے۔ وہ رہبر اعظم، ہادیٔ عالم، امام الانبیاء، سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر خود عمل کرنا اور تمام بنی نوع انسان کو اس پر عمل کروانا چاہتا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی ساری نعمتیں اسی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ وہ فکرِ معاش میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اس کو فکرِ آخرت لاحق ہوتی ہے۔ وہ روٹی، کپڑا، مکان جیسی گھٹیا خواہشات کا حامل نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ رزق رسانی اللہ کے ذمہ ہے جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ[1]" زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا

---

[1] سورہ ہود، آیت ۶، پارہ ۱۲

ہو کہ اس کا مستقل ٹھکانہ کہاں ہے اور چند روزہ رہنے کی جگہ کہاں ہے۔ یہ سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے"۔

وہ یہ بھی جانتا ہے کہ غربت و امارت حق و باطل کا معیار نہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ[1] پر اس کا ایمان ہے۔ وہ آبادی کے اضافے پر نہیں گھبراتا وہ ضبط تولید یا قتل اولاد کو گناہ عظیم سمجھتا ہے۔ وہ اللہ کے اس فرمان سے خوب واقف ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ[2]

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِیَّاھُمْ ج

وہ اللہ کے سوا کسی کو اس ملک کا مالک نہیں سمجھتا کیونکہ اس کو کہیں لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[3] سے یہ بات سمجھائی گئی تو کہیں وَلِلّٰہِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[4] سے یہ بات ذہن نشین کرائی گئی۔ کہیں لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[5] کی آواز اس کے یقین کو پختہ کرتی ہے تو کہیں وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[6] کی صدا اس کے دل و دماغ سے غیر اللہ کی ملکیت کے تصور کو مٹا دیتی ہے۔

(جاری ہے)

---

[1] سورہ العمران آیت ۳۷، پارہ ۳
ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دے دیتا ہے۔

[2] سورہ الانعام، آیت ۱۰۱، پارہ ۸
ترجمہ: اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی"۔

[3] البقرہ: آیت ۲۸۴، پارہ ۳
آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

[4] الفتح: آیت ۱۴، پارہ ۲۶
"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک اللہ ہی ہے۔

[5] الحدید آیت ۵،۲، پارہ ۲۷
"زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک اللہ ہی ہے۔

[6] الحدید آیت ۱۰، پارہ ۲۷
زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے۔"

تحریر :- ع منصور





بھکاری کون ہے۔ سامراج یا تیسری دنیا؟

امریکہ کے سابق یہودی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے جو اب راک فیلر بینکنگ گروپ کے مشیر ہیں، گذشتہ دنوں میکسیکو میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی سیاسی کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے ایک نئے بین الاقوامی تجارتی اور معاشی نظام کے قیام کے لئے تیسری دنیا کی جانب سے کی جانے والی جدوجہد پر امریکی مؤقف پیش کیا اور ترقی پذیر ملکوں کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے پوری تیسری دنیا کو بھکاری کہہ دیا۔

ہنری کسنجر جوش خطابت میں تیسری دنیا کے خلاف اتنی بڑی بات کہہ گئے جو حقائق کے بالکل برعکس ہے۔ ہمیں یہاں پر یہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ مغربی ملکوں کی موجودہ ترقی، یہ فلک بوس عمارتیں، دولت کی یہ ریل پیل سب ہی تیسری دنیا کی ان مغربی ملکوں کے ہاتھوں بے دریغ لوٹ کا نتیجہ ہے۔ حتیٰ کہ اگر آج تیسری دنیا کے سائنسدان اور انجینئر امریکہ چھوڑ دیں تو امریکہ کا خلائی پروگرام اور (NASA) کی تحقیقی سرگرمیاں فوراً معطل ہو جائیں گی۔ اگر تیسری دنیا کے ڈاکٹر امریکہ سے نکل جائیں تو امریکہ میں بیماروں کے علاج کے لئے کوئی عطائی بھی میسر نہیں ہوگا اور یہ واقعہ امریکہ کے لئے ایٹمی حملے سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔

ان انسانی خدمات کے علاوہ امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک تیسری دنیا سے جو نقد رقمیں بٹورتے ہیں وہ الگ ہیں۔ مثال کے طور پر صرف ۷۶-۱۹۷۵ء کے مالی سال کے دوران میں صرف امریکہ نے تیسری دنیا کے ملکوں میں اپنی سرمایہ کاری سے تیرہ ارب ستر کروڑ ڈالر کا منافع کمایا۔ دوسرے مغربی ملکوں کا تیسری دنیا سے کمایا ہوا منافع اس کے علاوہ ہے۔ امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ مغربی سرمایہ دار ملکوں کی صنعتی اور سماجی ترقی میں تیسری دنیا کے قدرتی اور انسانی وسائل کتنا بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت سرمایہ دار دنیا کی ساڑھے سات ہزار اجارہ داریوں کی شاخوں اور ذیلی کمپنیوں کا پوری سرمایہ دار دنیا میں ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے جن میں سے ایک تہائی ذیلی کمپنیاں اور شاخیں انہی ترقی پذیر ملکوں میں قائم ہیں جن پر امریکہ اور دوسرے بڑے بڑے سرمایہ دار ملکوں سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ان ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کی تیسری دنیا میں جو تجارتی اور کاروباری کمپنیاں کام کرتی ہیں ان کی پاکستان میں ۱۴۴ شاخیں کام کر رہی ہیں جبکہ ہندوستان میں ان کی تعداد ۴۸۵ ہانگ کانگ میں ۲۳۱، فلپائن میں ۵۰۲، ملائیشیا میں ۱۳۶ سنگاپور میں ۱۱۷ اور ایران میں ۱۰۱ ہے۔ کل ملا کر ایشیا میں امریکہ اور یورپ کی دو ہزار گیارہ فرمیں موجود ہیں، جن میں سے ایک ہزار ننانوے امریکی چھ سو پانچ برطانوی اور باقی دیگر مغربی یورپی ملکوں اور جاپان کی ہیں جن کے ذریعہ یہ سرمایہ دار سامراجی مغربی ملک تیسری دنیا کے قدرتی اور انسانی وسائل کو اپنے اپنے ملکوں کی ترقی کے لئے استعمال کرتے ہیں اور تیسری دنیا کے ملکوں کو غریب اور پسماندہ رکھتے ہیں۔ ان مغربی ملکوں کی یہ مسلسل کوشش ہے کہ ترقی پذیر ملک ان کے لئے خام مال فراہم کرنے والی منڈیوں کی حیثیت اختیار کئے رہیں۔ اس لئے مغربی سرمایہ دار ملک اپنی صنعتوں کو چلانے کے لئے تیسری دنیا کے خام مال کے محتاج ہیں۔ ان ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کی محتاجی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ مغربی ملکوں اور ان کی اجارہ داریوں کا تیسری دنیا میں جو سرمایہ لگا ہوا ہے اس کا تین چوتھائی کان کنی اور خدمات کے شعبوں میں لگا ہوا ہے۔

تیسری دنیا کی معدنیات کی ترقی یافتہ سرمایہ دار دنیا کے لئے کتنی اہمیت ہے اس کا اظہار ان اعداد و شمار سے ہوتا ہے۔ ۱۹۷۵ء کے اعداد و شمار کے مطابق پوری سرمایہ دار دنیا میں ٹین مسمر کے پتھر اور کرومیم کی پیداوار کا نوے فیصد تیسری دنیا میں پیدا ہوا، جبکہ ٹنگسٹن کا اسی فیصد، ہیروں کی پیداوار کا ۷۵ فیصد تیل اور خام میگنیز کا ستر فیصد، بکسائٹ کا ۵۷، تانبے کا ۵۵، فاسفورٹیس کا ۴۰ فیصد، سیسے کا ۳۰ فیصد اور جست کا ۲۵ فیصد ترقی پذیر ملکوں میں پیدا ہوا۔ آخر ترقی پذیر ملکوں کی یہ قیمتی معدنیات جاتی کہاں ہیں۔۔؟ کسنجر صاحب تو جانتے ہی ہوں گے، اگر نہیں تو ہم بتا دیتے ہیں کہ خود کسنجر صاحب کا اپنا ملک امریکہ جو دنیا میں معدنیات سے مالا مال تصور کیا جاتا ہے آج بھی اپنی کرومیم، میگنیز اور نکل کی وجہ سے پچانوے فیصد ضروریات کے لئے تیسری دنیا کا محتاج ہے۔ اسی طرح امریکہ اپنی بکسائٹ کی ضروریات کا ۸۵ فیصد، ٹین کی ضروریات کا ۳۰ فیصد اور تیل کی ضروریات کا چالیس فی صد

انھی ترقی پذیر ملکوں سے پوری کرتا ہے۔

ترقی پذیر ملکوں کے خام مال سے مغربی ملک کتنا منافع کماتے ہیں، اس کے بارے میں صرف ایک مثال کافی ہوگی۔ اعداد و شمار کے مطابق دوسری عالمی جنگ کے بعد مغربی ملکوں نے تیسری دنیا کی چائے، کافی، کوکو اور ربڑ سے ایک کھرب پچاس ارب ڈالر کا منافع کمایا ہے۔

ترقی یافتہ سرمایہ دار ملک تجارت میں تیسری دنیا کو جس طرح لوٹتے ہیں اس کا ثبوت اقوام متحدہ کی اس رپورٹ سے بھی ملتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۵ء کے عرصے میں مغربی سرمایہ دار ملکوں نے اپنی مصنوعات کی قیمتوں میں ۳۷ فی صد اضافہ کرکے ترقی پذیر ملکوں سے ۱۸ ارب ڈالر کا اضافی منافع کمایا۔ اس سلسلے میں ہم اپنی مثال دیتے ہیں۔ ۷۵-۱۹۷۴ء میں پاکستان کو مغربی ملکوں سے اپنی درآمدات میں ۳۲ فی صد زیادہ قیمت ادا کرنی پڑی جس کے نتیجے میں پاکستان کو ۹ ارب روپے یعنی اپنی مجموعی قومی پیداوار کے ۸ فیصد سے ہاتھ دھونے پڑے۔

مغربی کمپنیاں تیسری دنیا سے اپنی مصنوعات کی جو من مانی قیمتیں وصول کرتی ہیں، اس کی ایک بھیانک مثال ہمارے سامنے ہے کہ مشہور دوا ساز مغربی کمپنی ہوفمین لاروش کو لبیا میں اپنی تیار کردہ ادویات کو ۶۹ ۶۴ فیصد زیادہ قیمت پر فروخت کرتی ہوئی پکڑی گئی۔

یہاں پر تیسری دنیا کو مغربی ملکوں کی امداد کا ذکر نہ کرنا غلط ہوگا۔ ہر ترقی پذیر ملک کا ایک عام شہری بھی جانتا ہے کہ مغربی ملک جو امداد دیتے ہیں اول تو وہ سیاسی شرائط کے ساتھ ہوتی ہیں دوسرے ایسے منصوبے کے لئے ہوتی ہے جو مغربی ماہرین امداد پانے والے ملک کی معیشت کو مغربی ملکوں کی محتاج بنانے کے لئے بناتے ہیں۔ چنانچہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ہے کہ ان مغربی ملکوں کسی بنیادی اور بھاری صنعت کے قیام کے لئے کسی ترقی پذیر ملک کو امداد دی ہو۔ پاکستان بیس سال تک مغربی ملکوں اور خود امریکہ سے فولاد سازی کے کارخانے کے قیام کے لئے امداد حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا اور ناکام رہا۔ بالآخر قومی اہمیت کے اس منصوبے کے امداد کے حصول کے لئے ہمیں روس سے رجوع کرنا پڑا۔

امریکہ نے پاکستان کو طاس سندھ کے منصوبے کے سلسلے میں تربیلا اور منگلا ڈیم جیسے واحد اہم منصوبے میں مدد دی ہے، لیکن اس امداد کے ساتھ جو شرائط عائد کی گئیں یعنی ڈالرز کی صورت میں ملنے والی امداد امریکہ ہی میں خرچ کی جائے گی۔ اس کے نتیجے میں تربیلا ڈیم کی تعمیری لاگت ابتدائی تخمینے تین ارب ۹۹ کروڑ سے بڑھ دس ارب، ۴۶ کروڑ، ۳۷ لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی۔ اس امداد کے ساتھ عائد دوسری شرط کے نتیجے میں جس کے تحت تربیلا ڈیم کی تعمیر اور ڈیزائننگ کے ٹھیکے امریکہ اور دیگر مغربی ملکوں کی فرموں کو دینا تھا۔ جو فنی اور تعمیراتی خامیاں پیدا ہوگئیں ان کی وجہ سے پاکستان آج تک تربیلا ڈیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکا۔ نتیجے کے طور پر پاکستان کو تین ارب روپے کی گیہوں اور دیگر زرعی اجناس درآمد کرنی پڑ رہی ہیں۔ چنانچہ اس سال پاکستان نے امریکہ سے گیارہ لاکھ ٹن گیہوں درآمد کیا۔ اس کے علاوہ منگلا بند کی تعمیر میں مدد دینے سے پس و پیش کرکے امریکہ نے پاکستان کی خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہونے کی جو کوششیں کیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

یہاں پر تربیلا بند کے سلسلے میں ایک بات اور کسنجر صاحب کے گوش گذار کرتا ہوں کہ تربیلا بند میں شگاف کی وجہ سے پاکستان کو کم از کم ایک ارب روپے سالانہ کا نقصان پہنچ رہا ہے اور اس کے نتیجے میں صرف ان شگافوں کی مرمت کے لئے پاکستان کو ۵۹ کروڑ روپے کا مزید مقروض ہونا پڑا ہے۔

ڈاکٹر ہنری کسنجر صاحب کی خدمت میں ہم نے اوپر جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں وہ مشتے از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلے کی تفصیلات اور زیادہ بھیانک ہیں جو سامراجی ملکوں کی لوٹ کی ہولناک تصویر پیش کرتے ہیں، اس لئے ہم ترقی پذیر ملکوں کو بھکاری نہیں سمجھتے بلکہ ایسے ملک سمجھتے ہیں جو لٹیروں کے دست برد سے اپنی املاک کو بچانے کے لئے ایک نیا اور منصفانہ عالمی تجارتی اور اقتصادی نظام قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

عبدالستار ستاری

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

چمنستانِ اسلام ہمیشہ ہرا بھرا رہا ہے۔ اس میں طرح طرح کے پھول کھلتے رہے ہیں اور دنیا ان سے فیض خوشبو حاصل کرتی رہی ہے۔ اس وقت بھی جب ان پر بہاروں کا قبضہ رہا ہے اور اس وقت بھی جب اسے خزاں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی تعلیم ایک ایسی تعلیم ہے جو انسانی غلاموں کی زنجیروں کو کاٹ کر لا الٰہ الا اللہ کے مرکز پر جمع کرتی ہے اور صرف ایک خدا کی قدرت اور حاکمیت کا یقین دلاتی ہے۔ اس تعلیم کی بنا پر نہ جانے کتنے تھے جو راہ حق میں شہید اور کامگار ہوئے۔ اور کتنے ہیں جو تاریخ کے صفحات میں زندہ جاوید ہو گئے۔ انھی میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو بیسویں صدی کے مفکر اور انقلابی تسلیم کئے جاتے ہیں۔

آپ سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بارہ برس تک پرورش پاتے رہے اور تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے، لیکن گرنتھ صاحب طبیعت کو راس نہ آیا۔ آریہ سماج کی کتاب دیکھی اس سے تشفی حاصل نہ ہو سکی۔ بالآخر اسلامی کتب خاص کر مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقویۃ الایمان" اور ایک ہندو سے مسلمان ہونے والے شخص عبید اللہ کی کتاب "تحفۃ الہند" جس کے نام پر مولانا نے اپنا نام رکھنا پسند کیا، پڑھی۔ حق بات حق کے متلاشی کو بھانے لگی۔ ذہن منزلِ مقصود کی طرف پرواز کرنے لگا۔ تلاش بڑھتی گئی یہاں تک کہ ایقان اور منزل کی منزل پر آکر رک گئی، اور آپ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اب ضرورت تھی کہ آپ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے اس زبان کو سیکھیں اور اس کے ابدی قوانین کو بلا کسی فاصلے اور واسطے کے دل کے اندر جاگزیں کریں۔ اس کے لئے برصغیر کی سب سے بڑی دینی درسگاہ دار العلوم دیو بند کا انتخاب کیا جہاں اسلامی تعلیم آزادانہ طور پر دی جاتی تھی۔ چنانچہ دینی تعلیم دین حاصل کرتے رہے۔

مولانا سندھیؒ دیو بند میں تقریباً دس برس تک رہے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی صحبت نے ان کے جوہر کو اور نکھارا اور ان کو کھل کر ہر فن کو سمجھنے کا موقع ملا۔ حدیث، منطق اور فلسفہ خاص طور پر ان کے موضوع تھے۔ چنانچہ دورانِ تعلیم ہی میں منطق وغیرہ کے چند رسائل لکھ ڈالے۔ احادیث سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ" میں لکھتے ہیں کہ بہت سی احادیث جب اسناد و روابط کے اعتبار سے سمجھ میں نہیں آتی تھیں تو شیخ الہندؒ کی طرف رجوع کرتا۔ پھر لکھتے ہیں کہ شیخ الہندؒ نے مجھے احادیث کے سمجھنے کے لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ بتلایا اور کہا کہ اس طرز پر احادیث کے سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ جب میں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو مجھے احادیث کے سمجھنے میں بہت ہی آسانی ہوئی اور ساری پریشانی دور ہو گئی۔

فراغت کے بعد شیخ الہندؒ کی خدمت میں اپنے حس سے ملکی حالات کو دیکھ کر سیاسیات میں بھی حصہ لینے لگے اور اپنی صلاحیتوں کو انگریز سامراج کے خلاف جہاد میں صرف کرنا شروع کر دیا جو اس وقت کا زبردست تقاضا تھا اور دیو بند کا ہر طالب علم و عالم اس ضرورت اور تقاضے کو سمجھتا تھا۔ لیکن خاص طور سے جو حضرت شیخ الہندؒ جیسے مجاہد کی صحبت میں ہو اس کی تعلیم و تربیت کا کیا کہنا۔ بہر حال تحریری و تقریری طور پر ایک انقلابی کی صورت میں لوگوں کے سامنے آئے اور ایک پرجوش مجاہد بن کر لڑتے رہے۔ اسی کارنامے کو دیکھ کر علامہ اقبال صاحب نے کہا تھا "جسے کو سراپا انقلاب دیکھنا ہو وہ مولوی صاحب کو دیکھے"۔

حضرت شیخ الہندؒ نے کچھ کام آپ کے ذمہ کر کے افغانستان کی طرف بھیجا اور وہ یہ تھا کہ افغانستان کی حکومت کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دے اور ہندوستانی مہاجرین سے مل کر ہندوستان پر حملہ کر کے ہندوستان انگریزوں سے چھین لے۔ لہٰذا آپ ہندوستان سے افغانستان چلے گئے اور وہاں جا کر آزاد ہندوستان کی بنا ڈالی جس کے وزیر اعظم مولانا برکت اللہ اور صدر راجہ مہندر پرتاپ تھے۔ جنرل اسسٹنٹ آپ تھے۔ خارجہ امور وغیرہ آپ کے ذمہ تھے۔ آپ نے شاہ امان اللہ خان کا اتنا اعتماد حاصل کر لیا تھا کہ انھوں نے آپ کو اپنے خاص مشیروں میں شامل کر لیا۔ چنانچہ جب انگریزوں سے جنگ ہوئی تو اس میں آپ کا خاص عمل دخل تھا۔ بعض محاذ پر شکست ہوئی تھی اور بعض پر فتح۔ جس محاذ پر شکست ہوئی تھی اس کا آپ کو عمر بھر قلق رہا۔ ایک مرتبہ آپ سے کسی

نے پوچھا کہ حضرت آپ رات چارپائی سے نیچے اتر کر زمین پر سو رہے تھے۔ بستر کو کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے چند غلطیاں ہوئی ہیں ان میں ایک غلطی یہ ہے کہ میں نے شاہ امان اللہ خان کو مشورہ دینے میں غلطی کی جس کی وجہ سے جنگ میں ایک محاذ پر شکست ہوئی تھی اور اس شکست کا ذمہ دار میں اپنے آپ کو تصور کرتا ہوں۔

بعد ازاں آپ روس گئے جہاں لینن نے آپ کی خاص آؤ بھگت کی۔ آپ اس کی کمیونسٹ حکومت کی ترقی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے کہ جو کام مسلمانوں کا تھا وہ ایک خدا کے منکر کے ہاتھوں انجام پا رہا تھا۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ کے مصداق اگرچہ انسان ہیں لیکن جو اصول اسلام نے دیئے جو مثالی حکومت قرن اول میں قائم ہوئی تھی ویسی آج تک قائم نہ ہو سکی تھی معاشی تقسیم جو اسلام نے کی تھی، معاشرے کی تشکیل جو اسلام نے کی اس کی مثال کسی دوسرے نظام میں ملنی مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ مگر لکھتے ہیں کہ اگر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہ پڑھ چکا ہوتا تو ایمان کا بچنا مشکل تھا۔ آپ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے خاص ماہر اس صدی میں تسلیم کیے جا چکے چونکہ آپ کی بنیادی تعلیم بھی اسی نظریے پر ہوئی تھی۔ لہٰذا آپ نے اپنی تمام مشکلات و اعتراضات کا حل بھی حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کتابوں میں سے ڈھونڈ نکالا۔ ولی اللہی علوم سے برصغیر کے علاوہ پورے عالم اسلام کے لوگ واقف ہیں۔ چنانچہ ازہر میں ان کی بعض کتابیں پڑھائی بھی جاتی ہیں۔ ہندوستان کی آج اکثر و بیشتر جماعتیں ولی اللہی علوم کی دعویدار ہیں۔ بہرحال روس میں قیام کے دوران کمیونسٹوں کا مطالعہ کیا۔ اس کے انقلابات دیکھے، ان کی ترقیاں دیکھیں۔ وقتی طور پر متاثر بھی ہوئے لیکن حقیقت واضح ہو گئی۔ آپ پھر حجاز کی طرف لوٹے اس لیے کہ ہندوستان کے داخلے پر پابندی لگ چکی تھی۔ ترکی، ایران وغیرہ کے انقلابات کو دیکھتے ہوئے آپ حجاز آ گئے۔ اس وقت پورا خطہ عرب میدانِ کارزار بنا ہوا تھا۔ شریف کی چپقلش، مغربی برطانیہ کی مداخلت، شام پر فرانس کا قبضہ، آپ ان انقلابوں کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے.. ہندوستان میں داخلے پر پابندی کی وجہ سے حرم شریف میں اقامت گزیں ہوئے اور وہیں احادیث کا درس دینا شروع کیا۔ آپ بغیر کسی معاوضہ کے تعلیم دیتے رہے۔ امراء، وزراء کے بچے آپ کے پاس تعلیم حاصل کرنے آتے آپ انہیں بصد خلوص تعلیم دیتے۔ کسی کو کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہوتا آپ سے بلا جھجک دریافت کر لینے میں کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ لیکن آپ کبھی امراء کے دروازے پر نہیں گئے۔ اگر کوئی امیر وزیر دعوت کرتا تو آپ ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیتے اور کہتے کہ تم نے عوام کا خون چوس چوس کر دولت اکٹھی کی تھی۔ تمہاری حکومت استبدادی حکومت ہے۔ غرضیکہ ساری زندگی آپ کی انقلاب میں گذری۔ ان سفروں میں اس مرد مجاہد کو کتنی ہی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی کئی دن بھوکے رہنا پڑا لیکن ان کے پائے ثبات ذرہ برابر متزلزل نہیں ہوئے اور وہ عظیم مجاہد اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا۔

مولانا کی کتابوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی نظر قوموں کی تاریخ اور انقلابات کے پس منظر اور پیش منظر پر کتنی گہری تھی۔ آپ کہا کرتے تھے کہ

"اسلامی حکومت ضرور قائم ہوگی لیکن بنے گھڑتے اسلامی حکومت نہیں بلکہ موجودہ ڈھانچہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور صحیح اسلام آئے گا۔"

عبدالجلیل فیصل آباد

برما کے مسلمانوں کی بے بسی

اور ہماری بے حسی

برما میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم و ستم کا مسئلہ دن بدن سنگین ہوتا جا رہا ہے۔ آئے دن وہاں کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں پر توڑے جانے والے ظلم و ستم کی داستانیں اخبارات کی زینت بن رہی ہیں اور اب یہ مسئلہ ایک بین الاقوامی شکل اختیار کر رہا ہے۔ مسلمان ۷۸۸ء سے برما اور اراکین میں آباد ہوتے ہوئے آ رہے ہیں۔ قدیم مسلمانوں کے آثار جیسے مساجد، مقابر، تالاب اور عمارات کے کھنڈرات آج تک اس کے زندہ ثبوت ہیں۔ ۱۹۴۲ء تک مسلمان اپنی مادرِ وطن میں باعزت خوشحال زندگی بسر کرتے آ رہے تھے۔ اسی اثناء میں کئی دور اراکان پر اسلامی حکومت بھی گذرے۔ ۱۹۴۲ء کی دوسری عالمی جنگ کے دوران نہتے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کے خون سے ہولی کھیلی اور بہت سی مسلم پردہ نشین عفت مآب خواتین کافروں کے قبضہ میں چلی گئیں۔ درہ انگ وغیرہ پہاڑوں اور سمندروں میں عرصہ چھ ماہ تک مسلمانوں کی لاشیں خونخوار درندوں اور مگرمچھوں کی خوراک بنی رہیں۔ مسلمانوں کی سینکڑوں بستیاں، مساجد اور مدارس نذرِ آتش کیے گئے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد برطانیہ، برما پر دوبارہ قابض ہوا اور ۱۹۴۷ء میں برطانوی تسلط سے آزاد ہوا تو آزاد برما کی بدھسٹ حکومت نے اراکان کے بدھسٹ عوام کے ورغلانے پر منظم سازش کے تحت پھر قتل و غارتگری کا بازار گرم کر کے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور لاکھوں کو اراکان سے نکال دیا اور لاکھوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا جو آج کل مہاجرین بن کر بنگلہ دیش، ہندوستان پاکستان، دوبئی، سعودی عرب، اردن، لندن اور دوسرے غیر ممالک میں غربت و افلاس کی زندگی گذار رہے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلم آبادی ۱۹۴۱ء میں ایک کروڑ کے لگ بھگ تھی، اور اب صرف تیس لاکھ آبادی ہے۔ ۱۹۶۱ء میں جنرل نیون منتخب وزیر اعظم مسٹر ادنو کی حکومت کا تختہ الٹ کر برسرِ اقتدار آئے اور مسٹر ادنو کو جلا وطن ہونا پڑا۔ اس انقلاب میں جنرل نیون کو روس کی پشت پناہی حاصل تھی۔ جنرل نیون نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد برما میں کمیونزم اور سیکولرازم پر مبنی نظامِ حکومت رائج کر دیا۔ اور ۱۹۷۵ء میں اپنی مرضی کا آئین قوم پر مسلط کر دیا اور مسلمانوں پر زبردست پابندیاں عائد کر دیں اور شعائرِ اسلام مثلاً حج و قربانی کرنے پر پابندی لگا دی۔ مسلمانوں کی اجتماعی تشخص کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ان پر ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں جانے پر پابندی لگا دی گئی۔ مساجد کو گرانے کی اسکیم بنائی جا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں اوّلین مرحلہ کے طور پر مساجد میں باجماعت نماز کے اہتمام سے روک دیا گیا ہے۔ منظم طریقہ سے تبلیغِ دین کا حق چھین لیا گیا۔ مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی ابتر ہے اور اس کی اصل وجہ تجارت وغیرہ کے اختیارات چھین لینا ہیں۔ ظلم کی نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ مسلمان زمینداروں اور کسانوں سے پیداوار کا بھی دو تہائی حصہ سرکاری گودام کے لیے جبری طور پر وصول کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے اخبارات اور رسائل کے ڈیکلریشن منسوخ کر دیے گئے، اسلامی لٹریچر قرآن مجید اور اسلامی کتاب چھپنے پر سخت پابندی لگا دی گئی۔

اس وقت برما میں مسلمانوں کی آبادی تیس لاکھ ہے جن میں سے پندرہ لاکھ مسلمان صرف صوبۂ اراکان میں یعنی صوبۂ اراکان میں ستر فیصد مسلم آبادی ہے۔

۱۱ فروری ۱۹۷۸ء سے برما کی بدھسٹ سوشلسٹ حکومت کی منظم سازش نے پھر دوبارہ باقی ماندہ ایک کروڑ میں سے تیس لاکھ کو بھی برما کی سرزمین سے نیست و نابود کرنے کے لئے امیگریشن کے عملے اور برمی فوجیں غیرملکی چیکنگ کے بہانے تمام مسلمانوں پر حد سے زیادہ لوٹ مار قتل غارت گری شروع کر دی اور اب تک موصولہ خبروں سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اس چار ماہ کی قلیل مدت میں تین لاکھ سے زائد مسلمان شہید کر دیئے یا انہیں پناہ گزینوں کے کیمپوں میں رہنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ ۹۰۰ مسلم بستیاں ایک لاکھ مکانات ایک ہزار مساجد و مدرسے تباہ و برباد، قرآن مجید کے تین لاکھ نسخے نذرِ آتش، دس لاکھ مسلمان بے گھر کر دیئے گئے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دریا میں پھینک دیا گیا۔ ۱۵ سے بیس سال کی نوجوان لڑکیاں اور عورتوں کو الگ کیمپوں میں رکھا گیا۔ پھر ان نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔ دس ہزار عورتوں کی چھاتیاں کاٹ لی گئیں۔ ہزاروں مسلمانوں کو قید بامشقت میں رکھا گیا۔ ہزاروں معصوم بچوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا اور ان مسلمانوں کو صرف مسلمان ہونے کے جرم میں روح فرسا مظالم کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔ یہ دردناک خبریں اہلِ پاکستان اور عالمِ اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔

آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے میں تمام عالمِ اسلام سے عموماً اور پاکستانی مسلمانوں و مہاجرین برما سے خصوصاً پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں اتنی بے حسی کیوں ہے؟ تحریری اور زبانی طور سے صدائے احتجاج کیوں بلند نہیں کی جا رہی؟ کیا ہماری غیرتِ اسلامی سو گئی ہے کہ مظلوم مسلمان بہنوں، بھائیوں کی پکار بھی ہمیں متحرک نہیں کر سکی۔ اور کیا اب کوئی بھی محمد بن

بقیہ صفحہ ۲۲ پر

چنیوٹ کے ایک شہری نے



کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا

(چنیوٹ: ۲۰ر جون نامہ نگار) آج چنیوٹ کے ایک شہری نظام الدین مغل نے چار قادیانیوں علم الدین احسان الٰہی جنجوعہ ایڈووکیٹ وغیرہ کے خلاف بعدالت جناب راجہ گل نواز صاحب E.A.C.I استغاثہ زیر دفعات ۱۵۳A۔ ۲۹۵A۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۳۔ ۵۰۶۔ ۱۰۹ ت پ دائر کر دیا ہے۔ ملک رب نواز ایڈووکیٹ نے استغاثہ میں الزام لگایا ہے کہ میرے موکل اور قادیانیوں کے درمیان کوئی جھگڑا چل رہا تھا۔ آج جب عدالت میں گئے تو احسان الٰہی جنجوعہ اور مستغیث کے ایڈووکیٹ کے درمیان حلف پر تلخ کلامی ہوئی۔ بعد میں جب مستغیث عدالت کے گیٹ پر آیا تو جملہ ملزمان نے اس کی سخت بے عزتی کی۔ نیز ختم نبوت کے عقیدے کی تذلیل کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر کہنے والے خود کافر ہیں۔ اس طرح انہوں نے پاکستان کے آئین کا مذاق اڑایا اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی اور اشتعال پھیلانے کے موجب بنے۔ یہ سب کچھ ایک سازش سے ہوا ہے کہ ملک کے امن کو تباہ کیا جاوے۔ پولیس نے بھی اس سلسلے میں رپورٹ درج نہ کی ہے۔ استغاثہ کی پیروی اور وکالت کے فرائض ملک رب نواز ایڈووکیٹ نے سرانجام دیے۔ مورخہ ۲۶ر جون کو مستغیث کا بیان قلمبند کیا جائے گا۔

استغاثہ:۔

جناب عالی! سائل حسب ذیل عارض ہے:

۱۔ یہ کہ سائل اور ملزم نمبر ایک کے درمیان بعدالت جناب اسسٹنٹ کنٹرولر صاحب ۲ چنیوٹ مقدمہ معنون علم الدین بنام شکیل وغیرہ زیر سماعت ہے۔ کل مورخہ ۱۷ر جون ۸۴ء تاریخ پیشی مذکورہ مقدمہ میں تھی۔

۲۔ یہ کہ ملزم ۲ جمیل الرحمٰن مذکورہ مقدمے میں مدعی مقدم مذکورہ جو کہ ملزم ۱ کی طرف سے شہادت دینے آیا تھا اور ملزم ۱ کا وکیل جو کہ ملزم ۳ ہے اور اس کا کلرک جو کہ ملزم ۴ ہے عدالت میں حاضر تھا اور متذکرہ بالا چہار ملزمان قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳۔ یہ کہ مستغیث کا وکیل شیخ منیر احمد و محمد صادق ایڈووکیٹ صاحبان کے درمیان اور متذکرہ بالا ملزمان کے درمیان عدالت مذکورہ میں بابت حلف اٹھانے کے جھگڑا ہوا اور ملزم ۳ و ملزم ۱ و دیگر ملزمان نے اعلانیہ عدالت میں کہا کہ ہم آئین کو نہیں مانتے اور ہم مسلمان ہیں اور ہمیں کافر کہنے والے خود کافر ہیں۔ اس پر عدالت مذکورہ نے فریقین کے درمیان مذکورہ جھگڑے کو طے کروالیا لیکن ساتھ ہی ہر چہار ملزمان کو سخت انتباہ کیا کہ وہ آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس کا ہر چہار ملزمان کو سخت قلق تھا۔

۴۔ یہ کہ جب مستغیث عدالت مذکورہ سے باہر نکلا تو ہر چہار ملزمان عدالت کے باہر بڑے گیٹ پر کھڑے تھے اور ان میں سے ملزم ۱ نے مجھے گریبان سے پکڑ لیا اور ماں بہن کی گالیاں دینی شروع کر دیں اور میری بڑی سخت بے عزتی کی۔

۵۔ یہ کہ ملزمان عدالت کی تنبیہ کے باوجود کہنے لگے کہ ہم ۱۹۷۴ء کی اسمبلی کو نہیں مانتے اور جنہوں نے ہمیں کافر قرار دلوایا وہ خود کافر ہیں اور تم بھی کافر ہو۔

۶۔ یہ کہ ہم عقیدہ ختم نبوت جس کی تشریح تم کرتے ہو اس کو غلط سمجھتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔

۷۔ یہ کہ عقیدہ ختم نبوت تم نے خود گھڑ رکھا ہے اور اس کی قرآن و سنت میں کوئی بنیاد نہ ہے۔

۸۔ یہ کہ جلد وقت آنے والا ہے جب احمدیت

کا عروج ہوگا اور تم مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

۹۔ یہ کہ متذکرہ بالا حملوں میں میرے مذہبی جذبات کو مشتعل کیا ہے اور جو وہاں لوگ اکٹھے کھڑے تھے ان میں کافی اشتعال پھیل گیا۔ وہ متذکرہ بالا ملزمان کو موقع پر ہی ختم کر دیتے لیکن میں نے انہیں سمجھایا کہ ہم قانونی کارروائی شروع کریں گے۔

۱۰۔ یہ کہ ان قادیانیوں نے ایک سازش کے تحت یہ جھگڑا شروع کیا ہے تاکہ ملک کے امن کو تباہ برباد کیا جائے۔

۱۱۔ یہ کہ انہوں نے کہا تم بڑے مسلمان بنے پھرتے ہو حالانکہ تمام مسلمان پرلے درجے کے بدمعاش اور عیاش ہیں۔

۱۲۔ یہ کہ جن لوگوں نے ہمیں کافر قرار دلوایا ہے وہ تمام ذلیل ہوں گے اور ان کے منہ پر کوئی تھوکنے کو بھی تیار نہ ہوگا۔

۱۳۔ یہ کہ ہر چہار ملزمان نے اعلانیہ آئین کا مذاق اڑایا ہے۔ میرے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان منافرت پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے اور اشتعال پھیلانے کے موجب بنے ہیں۔

۱۴۔ یہ کہ میرے علاوہ بخش الٰہی ولد عبدالخالق قوم شیخ قریشی، مولوی اللہ یار ولد علوم حیدر قوم جٹ اندرا۔ ظہور الحق ولد محمد ہاشم قوم پٹھان۔ محمد شکیل ولد میاں محمد اسمٰعیل کے علاوہ اور کافی لوگ جمع تھے جنہوں نے ہمیں علیحدہ کر دیا ورنہ ان کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے ہماری لڑائی کا امکان تھا

۱۵۔ یہ کہ ملزمان نے جاتی دفعہ دھمکی دی ہے کہ ہم تم سے نبٹ لیں گے اور تمہیں جان سے مار ڈالیں گے۔

۱۶۔ یہ کہ میں نے پولیس کو اطلاع دی ہے لیکن پولیس نے کسی قسم کی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ ملزمان بااثر ہیں۔ اندریں حالات استدعا ہے کہ متذکرہ بالا ملزمان کے خلاف استغاثہ زیر دفعات

۱۵۱ الف ۲۹۵ الف۔ ۲۹۹
۵۰۰۔ ۵۰۳۔ ۵۰۶۔ ۱۰۹ ت پ

منظور فرما کر کارروائی عمل میں لائی جائے۔

المرقوم

نظام الدین ولد نصیب الدین

بذریعہ

ملک رب نواز، ایڈووکیٹ

چنیوٹ

عربک ٹیچنگ سنٹر

دیوبند بھارت کی کامیابی:

عربی زبان کے سلسلے میں روز بروز بڑھتی ہوئی عوامی ضرورتوں کے پیش نظر فضلائے دیوبند کے ایک بورڈ نے عربی زبان کا ایک مراسلاتی کورس شروع کیا تھا۔ یہ کورس چھ مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۱۵ اپریل ۷۸ء کو اس کا پہلا مرحلہ ختم ہوا ہے۔ اس مرحلے میں ہندوستان کے بیس صوبوں کے طلباء نے شرکت کی۔ طلباء میں اکثریت نوجوانوں کی ہے۔ تقریباً ۹۵ فی صد طلباء ڈاکٹر و کلاء ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو، عیسائی اور سکھ بھی یہ کورس کر رہے ہیں۔ اسّی فی صد مسلمان طلباء نے قرآن و حدیث کے براہ راست مطالعہ کے لئے عربی زبان سیکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

سیکریٹری
عربک ٹیچنگ سنٹر
دیوبند۔ یو۔ پی۔ بھارت
(بشکریہ ہفت روزہ نئی دنیا، دہلی)

تقریب:

جمعیۃ علماء اسلام تحصیل وزیرآباد کے ناظم عمومی قاری غلام کبیر عابد کو اللہ تعالیٰ نے چار بچیوں کے بعد ایک فرزند عنایت فرمایا ہے۔ قاری صاحب نے اس خوشی میں جمعیۃ علماء اسلام گکھڑ کے دفتر میں احباب کو چائے کی پارٹی دی جس میں جمعیۃ کے مرکزی ناظم مولانا زاہد الراشدی تحصیل وزیرآباد کے ناظم اطلاعات حافظ بشیر احمد چیمہ، جمعیۃ گکھڑ کے ناظم عمومی سید محمد صابر شاہ، جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے صدر ظفر یٰسین بٹ جمعیۃ طلباء اسلام گکھڑ کے ناظم اطلاعات عمران شاہد رانا، جمعیۃ طلباء اسلام کوٹ نورا کے ناظم اطلاعات منور حسین چیمہ اور دیگر احباب نے شرکت کی۔ شرکاء دعوت نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ معصوم کو جمعیۃ علماء اسلام کا سرگرم رکن بنائے اور صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔

صدمہ:

مورخہ ۱۷ جون ۱۹۷۸ء کو مولانا بشیر احمد شاد کے سسر حاجی صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ حاجی صاحب بہت خوش اخلاق پروقار تھے۔ ہسپتال میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مقامی جمعیۃ کے عہدیداروں نے مولانا صاحب سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے لئے بخشش کی دعا کی ہے۔

اسلامی شعائر کی توہین:

کراچی (پ ر) جمعیۃ علماء اسلام لیاری کے رہنما امیرزادہ خان سواتی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ موجودہ حکومت میں بھٹو کے ایجنٹ اپنے آقا کے اشاروں پر ظالم بھٹو کی یاد باقی رکھنے کے لئے ۷۴ء میں ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس پر جاری ہونے والے ایک روپیہ کے یادگاری سکہ کو دوبارہ جاری کروا کر کلمہ پاک آیت قرآن پاک کی صریح توہین کر رہے ہیں۔ اس سکہ پر دو مرتبہ کلمہ درج ہے اور یہ سکہ ناپاک غیر مسلموں کے ہاتھوں میں بھی جاتا ہے جس سے اس کی توہین ہو رہی ہے۔ انہوں نے مارشل لاء حکام کو متنبہ کیا ہے کہ اس سازش کو بے نقاب کر کے مجرموں کو سزا دی جائے اور یہ سکے ظلم کی سیاہ رات کے خاتمہ کے بعد جاری ہوئے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل:

کراچی (پ ر) جمعیۃ علماء اسلام لیاری کے رہنما امیرزادہ خان سواتی نے ایک بیان میں جنرل محمد ضیاء الحق سے درخواست کی ہے کہ پاکستان کی سالمیت اور مفاد کی خاطر اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی کو فوری اور مؤثر بنایا جائے۔

انہوں نے کہا کہ تعجب ہے کہ پوری قوم کی عظیم قربانیوں کے باوجود ملک ابھی تک اسلامی نظام کے برکات سے محروم ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو چاہیئے کہ اپنے پشاور کے اجلاس میں ہی ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کر دے تاکہ ملک سے بے دینی۔ الحاد۔ دہریت فحاشی اور عریانیت کا خاتمہ ہو جائے۔

گڑھی خیرو:

بعد نماز جمعہ مدرسہ باب الہدیٰ گڑھی خیرو میں جمعیۃ علماء اسلام کا ایک اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا مولوی نصر اللہ صاحب سومرانی ہوا۔ اجلاس سے جناب الحاج نبی داد صاحب، جناب غلام رسول بروہی اور محمد عبداللہ عابد سندھی (راقم الحروف) نے خطاب کیا۔ مقررین نے جمعیۃ کے اغراض و مقاصد پر بھی روشنی ڈالی۔

بعد ازاں اجلاس نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ گڑھی خیرو کے ہوٹلوں میں اکثر و بیشتر سیاسی ریکارڈنگ (بھٹو ہمارا سدا جئے وغیرہ وغیرہ) بجائے رہتے ہیں جو ہمارے جذبات کو مجروح کر رہے ہیں فوراً بند کر دیا جائے اور مطالبہ کیا کہ گڑھی خیرو پولیس کا رویہ شریف لوگوں سے درست نہیں ہے۔ ان پولیس والوں کے رویہ کو بہتر بنایا جائے۔ آخر میں صدر اجلاس نے قائد جمعیۃ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو پرزور الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

سیرت کمیٹی چترال کا قیام:

جامع مسجد کاکشال میں باشندگان چترال کا ایک مذہبی اجلاس منعقد ہوا جس میں سیرت کمیٹی چترال کے نام پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور عہدیدار منتخب ہو گئے۔

صدر : حضرت مولانا عبداللہ صاحب مدرس دار العلوم سرحد
نائب صدر : مولانا حبیب الحسن صاحب
جنرل سیکرٹری : مولانا مطیع الرسول صاحب
جائنٹ " : قاری عطاء الرحمٰن صاحب
ناظم نشریات : محمد ولی صاحب
خازن : میر اکبر حسین صاحب

بعد ازاں کمیٹی کے صدر نے کہا کہ اس کمیٹی کے تشکیل کا مقصد صرف اور صرف اشاعت دین ہے اور اہل اسلام کو صحیح عقائد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرانا ہے۔

کمیٹی بالعموم چترال میں اور بالخصوص پشاور میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ کے جلسوں کے انعقاد کے علاوہ دیگر اہم مذہبی امور سرانجام دے گی۔ چنانچہ اس اجلاس میں متفقہ طور پر عنقریب پشاور شہر میں دو جلسے بسلسلہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ تاریخ اور تفصیلی پروگرام کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔

دار العلوم پلندری:

دار العلوم پلندری کے سالانہ اجلاس میں سردار محمد ابراہیم خاں، صدر آزاد کشمیر اور بریگیڈیر محمد حیات خان منتظم اعلیٰ آزاد کشمیر نے دار العلوم پلندری کے مہتمم کرام کی دینی خدمات پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

سردار محمد ابراہیم خان نے کہا کہ مولانا کا وجود ہم سب کے لئے اور خاص کر اہل پلندری کے لئے باعث غنیمت ہے کہ ان کی کاوش اور محنت سے یہ دینی ادارہ ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے اور سال میں اسقدر اس عظیم اجلاس میں شریک ہو کر علماء کے مواعظ سننے کا ہم کو موقع ملتا ہے۔

بریگیڈیر جناب محمد حیات خاں نے مولانا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نے انتہائی ناسازگار حالات میں ہمارے اس ملک میں اس دینی شمع کو روشن کر رکھا ہے جس کی کرنیں آزاد کشمیر اور پاکستان کے کونہ کونہ تک پھیلی ہوئی ہیں۔

سالانہ اجلاس مسلسل تین روز جاری رہا جس کی ایک نشست کی صدارت بریگیڈیر محمد حیات خان نے کی اور آخری اجلاس کی صدارت سردار محمد ابراہیم خان نے کی۔ اجلاس میں پاکستان اور آزاد کشمیر کے مقتدر علماء کرام شریک ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں دینی تعلیم کی اہمیت، اسلامی نظام کی ضرورت اور نظریہ پاکستان کے استحکام کے موضوع پر بصیرت افروز تقریریں کیں۔

امیر جمعیۃ فیصل آباد کو صدمہ:

گذشتہ دنوں جوہرآباد میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب انوری امیر جمعیۃ علماء اسلام فیصل آباد کی بھابھی مکان گرنے سے دب کر حادثہ میں جاں بحق ہو گئیں۔ کارکنان جمعیۃ علماء اسلام فیصل آباد نے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

بقیہ: برما کے مسلمانوں کی بے بسی

تو اسلام نہیں رہا جو ان مظلوم مسلمانوں کی مدد کو پہنچے۔ تاریخ کے ورق الٹا کر دیکھ لیجئے کہ مسلمان تو مسلمان جہاں غیر مذہب مظلوموں نے مسلمانوں کو مدد کے لئے پکارا وہاں بھی مسلمان ظلم کا خاتمہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن اب مسلمان بھائیو ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمان تو اس پر عمل کرتے تھے کہ

ہر ملک ملک ماست
کہ ملک خدائے ماست

مسلمانوں کا تو یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ جہاں بھی مظلوم پر ظلم ہوتا دیکھے، ظلم کے خاتمہ کے لئے سر پر کفن باندھ لیتے اور ظلمت کے اندھیروں کو ایمان اتحاد کی روشنی سے منور کرتے۔ میں اپنے پاکستانی بھائیوں اور حکومت سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ بحیثیت مسلمان اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس کارروائی کیجائے اور آنیوالی نسل کیلئے مشعلِ راہ بنایا جائے ورنہ یہ پورے عالم کے لئے المیہ بن جائے گا۔

ہمارا قافلہ نوجوان نسل کو پھر سے بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے

مولانا زاہد الراشدی کا پنجاب یونیورسٹی میں خطاب

غزنی اور چانڈیکا میڈیکل کالجز میں جمعیۃ کی شاندار کامیابی

معاونت سازی کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجئے، ندیم اقبال اعوان



گزشتہ روز ہیلی کالج آف کامرس پنجاب یونیورسٹی لاہور کے طلباء کے ایک کثیر اجتماع سے جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم اور پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا زاہد الراشدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری تین تربیت گاہیں ہیں۔ سب سے پہلی ماں کی گود، دوسری تعلیمی ادارے اور تیسری سوسائٹی۔ مگر یہ تینوں ادارے اپنا فرض نبھانے میں ناکام رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ خلاء جو غلط تربیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اسے پورا کیا جائے اور فی زمانہ یہ خلاء صرف اور صرف علماءِ حق پر کر سکتے ہیں۔ یہی وہ قافلہ ہے جو آج کی مذہب سے برگشتہ نوجوان نسل کو پھر سے بھولا ہوا سبق یاد دلا سکتا ہے۔ آج کی جدید نسل اور اسلامی اخلاق و کردار کی حامل دینی اداروں سے تعلیم یافتہ نوجوان کھیپ کے درمیان فرنگی دور کی پیدا کردہ نفرت کی خلیج کو پاٹنے کے لیے جمعیۃ طلباءِ اسلام کا وجود عمل میں آیا ہے۔ اور آج طلباء کی یہ عظیم جماعت علماءِ حق کی اقتدار میں اسلامی نظام کے لئے پورے ملک کے طلباء کے شانہ بشانہ سرگرم عمل ہے۔ آپ نے طلباء کو جمعیۃ کے پرچم تلے متحد ہو کر اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی ہدایت کی۔ اس اجلاس سے جمعیۃ علماءِ اسلام پنجاب کے ناظم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور اسلامیہ لاء کالج کراچی کے طالب علم راہنما اور ماہنامہ "عزم نو" کے ایڈیٹر جناب ڈاکٹر منظور احمد جاوید نے خطاب فرمایا۔

جمعیۃ کی شاندار کامیابی:

پاکستان بھر میں جہاں کہیں بھی کالجز اور یونیورسٹیز سٹوڈنٹس الیکشن منعقد ہو رہے ہیں، جمعیۃ طلباءِ اسلام کے جیالے کارکن نامساعد حالات کے باوجود پوری ذمہ داری سے ان الیکشنز میں حصہ لے رہے ہیں۔ ملک بھر کے کئی اہم کالجوں میں جمعیۃ طلباءِ اسلام کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ گذشتہ دنوں گورنمنٹ کالج عزنی خیل لکی مروت کی سٹوڈنٹس یونین کے الیکشن منعقد ہوئے۔ اس الیکشن میں جمعیۃ طلباءِ اسلام کا پورا پینل بھاری اکثریت سے کامیاب ہوا۔ کامیاب ہونے والے حضرات کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

صدر : زرعون شاہ
جنرل سیکرٹری : محمد ایوب
جائنٹ سیکرٹری : شبیر فضل

جبکہ گورنمنٹ ڈگری کالج لکی مروت کے گمبیلا سٹوڈنٹس یونین میں جمعیت لکی مروت کے ناظم اطلاعات محمد اقبال بھاری اکثریت سے کیبنٹ ممبر منتخب ہوئے

علاوہ ازیں جمعیۃ طلباءِ اسلام لاڑکانہ کے فعال ترین کارکن جناب خالد محمود سومرو چانڈکا میڈیکل کالج سٹوڈنٹس یونین لاڑکانہ کے الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ ایک بیان میں قائدِ طلباء میاں محمد عارف نے ان کامیاب ہونے والے ساتھیوں کو مبارکباد دی ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ ان کی کامیابی جماعت کے پروگرام کو مزید آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوگی۔

ندیم اقبال اعوان مخاطب ہیں۔

جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے اپنے ایک پیغام میں صوبہ بھر کی جمعیت کے ساتھیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ معاونت سازی کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ آپ نے پیغام میں کہا ہے کہ معاونت سازی جماعت کی انفرادی طاقت کا مظہر ہوتی ہے، اس لیے کارکنوں کو چاہیئے کہ وہ اس سلسلہ میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے پوری لگن اور محنت سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ آپ نے کہا کہ میں آئندہ ماہ پورے صوبہ کا تفصیلی دورہ کرونگا۔

اظہارِ تعزیت:

جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے مرکزی صدر جناب میاں محمد عارف نے اپنے ایک بیان میں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحؒ کے بڑے فرزند مولانا محمد ہاشم کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے ایک پیغام میں کہا ہے کہ مولانا ایک جید اور صاحبِ عمل آدمی تھے۔

آپ نے دعا کی ہے کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ناظم : سید عبدالرحیم شاہ — ناظم مالیات : عبدالکریم
، اطلاعات : محمد جنگ — ، دفتر : در محمد

دعائے صحت کی اپیل:

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد کے ناظم عمومی جناب حافظ بشیر احمد کمال کے والد محترم گذشتہ پانچ ماہ سے شدید علیل ہیں۔ آپ نے جماعتی ساتھیوں سے خصوصاً اور عام حضرات سے عموماً ان کی جلد صحت یابی کی دعا کی اپیل کی ہے۔

مدرسہ عربیہ انوار العلوم

(نورگامہ زلی تحصیل زہری ضلع خضدار)

سرپرست : مولانا سید کرم شاہ صاحب
صدر : الٰہی بخش
نائب صدر : مولا بخش
ناظم عمومی : محمد افضل

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی خدمت میں گذارش

مکرمی ایڈیٹر صاحب

آپ کے مؤقر ــــــــ ے کی وساطت سے میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی خدمت میں چند گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آج کل وطن عزیز کو جن مشکلات کا سامنا ہے۔ یعنی ایک طرف تو سیاسی افراتفری اور اقتصادی مشکلات دوسری طرف انتظامی امور کی ناقص کارکردگی اور نوکر شاہی کے کارندوں نے عوام کو تنگ کر رکھا ہے لہذا ایک محب وطن پاکستانی کی حیثیت سے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ ابلاغ عامہ ریڈیو۔ ٹیلیویژن کو نظریہ پاکستان اور اشاعت اسلام کے لئے وقف کیا جائے۔ درس قرآن۔ درس حدیث۔ تاریخ اسلام۔ لغت طب۔ صحت۔ عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔ زرعی مسائل۔ صنعتی مسائل۔ ملکی ساخت کی اشیاء کے استعمال کی ترغیب وغیرہ۔

۲۔ کم از کم تحصیل سطح تک کے افسران دیانت دار ہوں کیونکہ گذشتہ تیس سالوں میں چپڑاسی تک رشوت خوری کے عادی ہو چکے ہیں۔

۳۔ تعلیمی پالیسی کو نظریہ پاکستان اور اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے۔

۴۔ امتحانات میں نقل کرنے کے وبائی مرض کے خاتمے کے لئے سخت اقدامات کئے جائیں۔

۵۔ صحت پالیسی ایسی وضع کی جائے کہ زیادہ تر دیہات کے لوگ مستفید ہوں۔ ہر ضلعی ہیڈ کوارٹر میں میڈیکل سکول کھولے جائیں۔ کورس ۲-۳ سال ایف۔ ایس سی یا میٹرک فرسٹ ڈویژن کو معیار داخلہ قرار دے کر یہ ضرورت پوری کی جائے۔ تقریباً ہر ضلعی ہسپتال میں پچاس نشستوں کا انتظام بخوبی ہو سکتا ہے۔

۶۔ ملازمین کی تنخواہ میں نسبت ۱ : ۷ کر دی جائے کم از کم ۴۰۰/- روپے زیادہ سے زیادہ ۳۰۰۰/- روپے

۷۔ غیر ملکی اشیاء کا استعمال ممکنہ حد تک فوری طور پر ممنوع قرار دی جائے اور دل شکنی کی جائے۔

۸۔ مجلس شوریٰ قائم کی جائے جو چند علماء کرام وکلاء۔ ماہرین تعلیم پر مشتمل ہوں۔

۹۔ اخبارات۔ رسائل میں عوامی شکایات کا فوری نوٹس لیا جائے۔ جلد از جلد رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔

۱۰۔ موجودہ افسر شاہی نے جینا دوبھر کر دیا ہے اور قومی حکومت کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ گھی۔ سیمنٹ نایاب۔ آٹا مہنگا۔ دفتری کام رشوت کے بغیر ناممکن ہے۔ کسی کے خلاف شکایات کرنا ناممکن ہے۔

ایسی اصلاحات نافذ کی جائیں کہ عام آدمی کی وزیادرسی ہو سکے اور بھٹو اور آپ کے دور میں فرق محسوس کیا جائے۔

۱۱۔ عوام کو تسلی دینے اور عام مشکلات کے حل کے بارے میں ہر سکیم کو ریڈیو پر قوم سے خطاب کریں۔

۱۲۔ اسلامی قوانین نافذ کرنے میں مزید تاخیر نہ کریں۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک رپورٹ دینے والوں نے ہر حکمران کو کافی نقصان پہنچایا ہے۔

عالیجاہ! یہ وقت اور موقع آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور آپ اور آپ کے سٹاف کا امتحان ہے۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وقت گذرنے کے بعد کف افسوس سے کچھ نہیں بنتا۔ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر قوم کے ساتھ اپنے وعدوں کو پورا کریں تاکہ قوم اور خداوند پاک کے حضور میں شرمسار نہ ہوں۔

مولوی محمد یوسف
مقام وڈاکخانہ بہادر خیل ضلع کوہاٹ

لمحۂ فکریہ

مکرمی!

کیا پاکستان کی ۹۵ فی صد مسلمان آبادی غلامی کی بدترین زندگی گذارنے پر مجبور ہے۔ یہ سوال ہے ——— جو آج پاکستان کے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں ارتعاش پیدا کر رہا ہے ——— کیونکہ:

"یوم صدیق اکبرؓ کے موقع پر پاکستان کے تقریباً تمام مسلمان باشندوں۔ انجمنوں اور اداروں نے بذریعہ ٹیلیگرام۔ بیانات۔ اعلانات خطوط اور جلسوں وغیرہ کے ذریعہ حکومت سے درخواست کی کہ یوم صدیق اکبرؓ پر عام تعطیل کی جائے اور اس یوم کو سرکاری طور پر منایا جائے ——— لیکن مقام حیرت اور افسوس ہے کہ مسلمانوں کی اس جائز دینی خواہش اور مطالبہ کو حقارت سے ٹھکرا دیا گیا۔

کوئی اہل ایمان اس حقیقت سے ناواقف نہیں کہ یہ صدیق اکبرؓ ہی کی ذات گرامی تھی جنہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام کی کشتی کو کفر کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کامیابی سے کنارے لگایا۔

لہذا ——— قوم اپنی حکومت سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے کہ وہ اپنی پالیسی کی وضاحت کرے ——— کہ کیا وہ اس ملک میں وہ نظام نافذ کرنا چاہتی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے مخالفین کی خواہش کے مطابق ہے ——— ورنہ اس کوتاہی کا کیا سبب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہم ترین شخصیت کی اہمیت کا احساس نہیں کیا گیا ——— ؟

سید وارث علی شاہ
صدر پاکستان جماعت حنفی اہلسنت
کراچی

ایڈیٹر کے نام......

معیاری تجاویز:

مکرمی!

الحمد للہ ترجمان اسلام مضامین اور بر وقت

کی وجہ سے دیدہ زیب ہے اور یہ بات انتہائی خوشی کی ہے کہ مراسلات کا صفحہ آپ نے شامل کر لیا ہے جو وقت کا تقاضہ تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک گذارش ہے کہ ترجمان اسلام کو اور معیاری بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں سابقہ روایات کی طرح صفحۂ خواتین اور بچوں کے صفحہ کا اضافہ کیا جائے اور بچوں کے صفحہ میں مقامات مقدسہ کی کوئی ایک تصویر شامل اشاعت کی جائے اور بچوں کے لیے جوش و جذبہ دلانے والے مضامین اور نظمیں کبھی کبھار شائع کی جائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو خلوص عطا فرمائے اور آپ ترجمان اسلام کو معیاری بنانے کی جس جد وجہد میں مصروف ہیں اس میں آپ کو کامیابی عطا فرمائے (آمین)

محمد طاہر
سائیٹ ایریا۔ حیدرآباد

بل بینک کے اندر جمع کئے جائیں:

مکرمی!

ہمارا محلہ بازی جان خان اندرون پریٹی گیٹ بنوں شہر کے اندر واقع ہے۔ اس جگہ ایک بینک ہے جس کا پچھلا دروازہ گلی کی طرف ہے۔ یہ گلی بہت چھوٹی ہے اس میں بیک وقت تین آدمیوں کا گزرنا بھی محال ہے۔ اس گلی کے دروازے کی طرف سے بینک والے بجلی کے بل جمع کرتے ہیں وہاں پر صبح سے لے کر بارہ بجے تک بڑا رش ہوتا ہے جس کی وجہ سے اہل محلہ، بچوں اور خواتین کو آنے جانے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حکام بالا سے گذارش ہے کہ بینک کے اندر ہی بل جمع کرنے کا بندوبست کریں یا کسی اور برانچ میں بل وصول کئے جائیں۔ امید ہے حکام بالا فوری توجہ دیں گے۔

لطیف الرحمٰن
محلہ بازی جان خان، اندرون پریٹی گیٹ
بنوں

چشمہ کی کھدائی کی جائے:

مکرمی! میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور زون 'بی' مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں۔

۱۔ ضلع ڈی۔ آئی خان اور لاہور کے درمیان دو جی ٹی سروس منظور ہوئی تھیں۔ تاہم ابھی تک ان پر عمل درآمد نہیں ہوا جس سے اہل ڈیرہ اور پنجاب کے مسافروں کو ڈیرہ پہنچنے کے لئے کافی دقت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت دریائے سندھ پر کوئی پل نہیں اور لانچوں کے ذریعہ ڈیرہ کے مسافران موٹر لانچوں کے ذریعے دریائے سندھ کو عبور کرتے ہیں۔ اس وقت دریا میں کافی پانی بہہ رہا ہے اور ان موٹر لانچوں کے ڈوبنے کا ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے۔

لہٰذا حکومت سرحد سے التماس ہے کہ وہ جلد دو جی ٹی بسیں (لاہور) براستہ میانوالی ڈیرہ شروع کریں تاکہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے عوام کی پریشانی سفر کا ازالہ ہو سکے۔

۲۔ حکومت سے التماس ہے کہ گومل یونیورسٹی روڈ کو ہائی وے روڈ بنایا جائے کیونکہ یہ روڈ ملتان روڈ بھی ہے اس پر کافی بھاری ٹریفک رہتی ہے اور کئی مرتبہ حادثات رونما ہوئے ہیں۔

۳۔ علاوہ ازیں جناب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی خدمت میں التجا ہے کہ چشمہ رائٹ بینک کینال کی کھدائی جلد شروع کی جائے۔

فضل محمد خان عثمانی
سابق صدر گومل سٹوڈنٹس یونین
ضلع ڈی۔ آئی۔ خان

سی۔ ایم۔ ایل۔ اے سے اپیل

مکرمی!

آپ کے ہفت روزہ جریدے کی وساطت سے جناب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی توجہ اس دیرینہ اور توجہ طلب مسئلے کی جانب دلانا چاہتا ہوں۔

جنرل صاحب اور ان کے رفقاء نے جس جرأتمندی سے عبوری حکومت کی باگ دوڑ سنبھال کر ملک کو درپیش سنگین حالات سے بچایا ہے۔ یہ اقدام پوری قوم کے لئے معجزہ سے کم نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ نے جو سب سے بڑی ذمہ داری اپنے اوپر ڈالی ہے وہ یہ کہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ ہماری دلی تمنا ہے خدا آپ کو اس عہد سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت کامل عطا کرے۔ علاوہ ازیں آپ نے اس تھوڑے عرصہ میں نہ جانے کتنے الجھے ہوئے مسائل حل کر کے عوام کی کثیر تعداد کو سکون بخشا بار بار یہ اعلان بھی سنا گیا کہ عبوری حکومت غریب اور چھوٹے طبقے کے لوگوں کا ہر قیمت پر تحفظ کرے گی چنانچہ آل پاکستان مرکزی یونین (رجسٹرڈ) لاہور کے قائد برادری الحاج مولوی محمد یوسف صاحب نے ملک کے غریب پان سگریٹ ریٹیلرز کی معاشی بدحالی کو دیکھتے ہوئے جناب سے شرف ملاقات کی آرزو کی جس کی تائید میں پورے ملک کی پان سگریٹ ریٹیلرز یونینوں نے جناب کو خطوط ارسال کئے کہ مرکزی یونین کے وفد کو شرف ملاقات بخشا جائے تاکہ ریٹیلرز کا شرح منافع باہمی گفت و شنید سے حل کیا جائے۔ جناب کی طرف سے جو جواب موصول ہوا اس سے ریٹیلرز کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ایسا محسوس ہوا موجودہ حکومت کے دعوے بھی سابقہ حکومتوں کی طرح صرف اخباری سرخیوں کے لئے ہیں (خدا کرے ایسا نہ ہو)۔ ہماری جناب سے پرزور اپیل ہے کہ آل پاکستان مرکزی یونین کے وفد کو قائد برادری الحاج محمد یوسف صاحب کی قیادت میں شرف ملاقات بخشا جائے اور باہمی تعاون صلاح مشورے سے ریٹیلرز کے شرح منافع کے دیرینہ مسئلے کو حل کیا جائے' تاکہ بلیک کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑا جائے اور غریب ریٹیلرز کو دو وقت کی روٹی میسر آ سکے۔

سیکرٹری' پان سگریٹ ایسوسی ایشن
پنڈ دادن خان



